مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی طبیعت بفضلہ تعالےٰ نسبتاً اچھی ہے۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خاندان حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ میں خیر و عافیت ہے ۔

۴ جون ۔ خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے وبائی موسم کی وجہ سے ہر قسم کی ضروری احتیاط کی طرف اہل قادیان کو توجہ دلائی ۔ ایک کمیٹی بنائی گئی ہے ۔ جو لوکل صفائی کے متعلق خاص طور پر انتظام کریگی ۔

بتقریب سالگرہ شہنشاہ معظم ۵ جون ۱۹۲۶ء کو قادیان کے تمام دفاتر میں چھٹی منائی گئی ۔

دمشق میں تبلیغ احمدیت
ایک شیخ سے وفات مسیح پر گفتگو

حالات حاضرہ کی وجہ سے دمشق کی حالت نہایت نازک ہے لوگ بدستور یہاں سے دوسرے شہروں کی طرف ہجرت کرکے جا رہے ہیں ۔ دو تین قتل کے واقعات دن کے وقت بھی قریباً روزانہ شہر میں ہو جاتے ہیں ۔ اور رات کے وقت تو مشین گنیں چلتیں اور توپیں دندناتی ہیں ۔ آج قریباً تمام رات توپوں کے دندنانے کی آواز سنائی دیتی رہی ہے ۔ عید سے تین دن پہلے ۲۵ کے قریب ثوار شہر میں آئے ۔ میرے مکان کے سامنے سے گذرے ۔ لوگ دکانیں بند کر کے چلے گئے ۔ پھر وہ جامع اموی میں گئے ۔ اور بعض لوگوں کو بھی ہمراہ لے گئے ۔ عید کے دوسرے دن پھر محلہ میدان میں بعض مکانات اور دکانیں جلائی گئیں ۔ دو دن تک کے قریب آگ لگی رہی ۔ دمشق آج کل میدان حرب بنا ہوا ہے ۔ اندریں حالات لوگوں سے اجتماع کا موقعہ بہت ہی کم ملتا ہے ۔ اس لئے بذریعہ ڈاک ٹریکٹ دائر کر رہا ہوں ۔ اگرچہ اس وقت لوگوں کے خیالات پریشان ہیں مذہبی امور کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیتے ۔ مگر بہرحال ان کو دعوت پہنچا دینا ہمارا فرض ہے ۔ عید کے موقعہ پر قریباً ۴۴ اشخاص سے ملنے کا اتفاق ہوا ۔ سلسلہ کے متعلق گفتگو ہوئی ۔ میں نے ان میں سے کسی کو ایسا نہیں دیکھا ۔ جو وفات مسیح کے دلائل سمجھانے کے بعد حیات مسیح کا قائل رہا ہو ایک معزز شخص نے جو پہلے رئیس محکمہ استئنافیہ تھے ۔ مجھے دعوت دی ۔ تین چار اور اشخاص بھی بلوائے ۔ جنمیں ایک شیخ بھی تھا ۔ انہوں نے خود ہی اس شیخ سے کہا ۔ کہ آپ کی مسیح کے متعلق کیا رائے ہے ۔ یہ تو ثابت کرتے ہیں ۔ کہ وہ وفات پا گئے ۔ دیر تک گفتگو ہوتی رہی ۔ ان میں سے بعض کا نقل کا ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا ۔

شیخ ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ۔ اتبعوا السواد الاعظم ۔ تمام امت محمدیہ کا ابتدا سے آج تک یہی عقیدہ رہا ہے کہ مسیح زندہ ہیں ۔ پھر وفات مسیح کو کیسے مانا

جا سکتا ہے ۞

احمدی۔ تمام صحابہ کا اجماع وفات مسیح پر ہوا۔ امام مالک رح کا یہی مذہب ہے۔ حدیث کے معنے جو آپ سمجھے ہیں صحیح نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وقلیل من عبادی الشکور۔ پھر کفار یہی کہتے ہیں۔ نحن اکثر اموالا واولاد۔ ہم اموال وبیٹے کے لحاظ سے زیادہ ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میری اُمت کے بہتّر فرقے ہو جائیں گے۔ ایک ناجی۔ بہتّر ناری ہونگے۔ بتائیے کثرت کس طرف ہوئی۔ پھر فرماتے ہیں۔ ایک گروہ میری اُمت کا حق پر رہا کریگا۔ اور وہ دوسروں پر غالب رہے گا۔ پھر حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو کثرت پر دلالت کرے۔ سواد کے معنے طائفہ وگروہ کے ہیں۔ اور اعظم زیادہ عظمت والا۔ اور عظم کا لفظ عربی زبان میں مرتبہ پر دلالت کرتا ہے نہ کہ عدد پر۔ پس اس سے مراد عظمت والا گروہ ہے۔ جو اپنے دشمنوں پر غالب ہے۔ چاہے تعداد میں تھوڑا ہی ہو۔ اسوقت دشمنوں کا حملہ دین اسلام پر بلحاظ دلائل وبراہین کے ہے۔ اس لئے جو دشمنوں پر بلحاظ دلائل وبراہین غالب ہو۔ وہی سواد اعظم ہے۔ اور اسی کی پیروی کا حکم رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ہے۔ اور وہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت ہے ۞

پھر اسکے بعد میں نے آیۃ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم سے وفات مسیح پر استدلال کیا۔

شیخ۔ توفی کے معنے تغیب کے ہو سکتے ہیں۔

احمدی۔ افسوس عربی زبان ان معنوں کو جائز قرار نہیں دیتی اور آج تک توفی کا لفظ ان معنوں میں استعمال نہیں کیا گیا۔ ورنہ ایک مثال پیش کریں۔ جس میں توفی بمعنی تغیب استعمال ہوا ہے۔

شیخ۔ کیا قرآن مجید میں آیت ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نہیں ہے ۞

احمدی۔ میں نے کب انکار کیا ہے کہ یہ آیت قرآن مجید میں نہیں ہے۔ موجود ہے۔ فرمایئے ۞

شیخ۔ پس یہ آیت بل رفعہ اللہ الیہ والی آیت سے منسوخ ہو گئی۔

احمدی۔ پہلے علماء احکام میں تو نسخ کے قائل تھے۔ مگر ایسی اخبار میں نسخ کا قائل آج تک کوئی نہیں ہوا۔ مگر آپ اس مسئلہ کے موجد بننے لگے ہیں۔ کہ اخبار میں بھی نسخ پایا جاتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کے علم میں نقص لازم آتا ہے۔ جب آیۃ فلما توفیتنی اتاری۔ اسوقت معلوم نہیں تھا کہ وہ تو آسمان پر زندہ بیٹھا ہے۔ اس کو وفات یافتہ کیوں کہا جائے۔ آپکے اس قول کے موجب تو یوں ہو گا کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ وفات پا گئے ہیں۔ اور کچھ عرصہ کے بعد یاد آیا۔ نہیں وہ تو زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیرا۔

شیخ۔ ماقتلوہ وما صلبوہ سے ظاہر ہے کہ مسیح مقتول ومصلوب نہیں ہوا۔ بلکہ کسی اور شخص کو سولی پر لٹکا کر مارا گیا ۞

احمدی۔ اس بات کو نہ عیسائی اور یہودی کیسے تسلیم کر سکتے ہیں واقعہ صلیب کے وقت یا یہودی حاضر تھے یا مسیحی۔ وہ سب اسبات پر متفق ہیں۔ کہ جس کو صلیب پر لٹکایا گیا۔ وہ بذاتہ مسیح تھا نہ کوئی اور شخص۔ مسلمان چھ سو سال کے بعد آئے۔ وہ کہتے ہیں کہ جس کو صلیب پر لٹکایا گیا۔ وہ مسیح نہیں۔ بلکہ ایک دوسرا شخص تھا۔ پس موافق ومخالف جنھوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ کہ جو صلیب پر لٹکایا گیا۔ وہ بعینہ مسیح ہے۔ چھ سو سال کے بعد میں آنے والوں کے قول کو کیسے تسلیم کر سکتے ہیں۔ بلکہ وہ اس امر کو بطور حجت پیش کرتے ہیں کہ قرآن مجید خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا تو اسمیں خلاف واقعہ بات نہ پائی جاتی۔ دوسرے جس کو مارا گیا۔ وہ مسیح کی شکل پر تھا۔ یہود نے اسے مسیح خیال کیا اور اصلی مسیح کو آسمان پر جاتے ہوئے نہ دیکھا۔ جس کو پکڑا اور وہ یہ نہیں کہتا۔ کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ پس یہود عند اللہ مسیح کی تکذیب کرنے میں بری ہونے چاہئیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنے زعم میں مسیح کو صلیب پر مار دیا۔

شیخ۔ اچھا تو آپ اس آیت کے کیا معنے کرتے ہیں۔

احمدی۔ ہم کہتے ہیں جس شخص کو صلیب پر لٹکایا گیا۔ وہ بذاتہ مسیح تھا۔ مگر صلیب پر مرا نہیں۔ بلکہ جس وقت صلیب سے اتارا گیا۔ وہ غشی کی حالت میں تھے۔ یعنی مشابہ بالمقتول المصلوب۔ اور اس امر کو ہم انجیل سے ثابت کرتے ہیں۔ کہ جب وہ صلیب پر سے اتارا گیا۔ وہ زندہ تھا۔ مردہ نہ تھا۔ معنی آیت کے یہ ہوئے کہ انہوں نے نہ اسے مقتول کیا اور نہ مصلوب۔ ولیکن وہ انکے لئے مقتول ومصلوب کے مشابہ بنا یا گیا۔ مقتول ومصلوب شبیہ ہونے کی وجہ سے یہود نے یہ خیال کیا کہ وہ مر گیا ہے۔ پھر خود یہود بھی انکی موت میں شبہ کیا۔

شیخ۔ اگر مسیح ہی صلیب پر لٹکائے گئے تھے تو وہ مصلوب ہوئے پھر ما صلبوہ کیوں کہا۔

احمدی۔ اگر کوئی شخص کسی کو تلوار سے ضرب لگائے اور وہ نہ مرے تو کیا اسے مقتول کہیں گے۔

شیخ۔ نہیں۔

احمدی۔ اسی طرح جو صلیب پر لٹکایا جائے اور اس پر مرے نہیں بلکہ زندہ بچ جائے اسے مصلوب نہیں کہا جائیگا۔

شیخ۔ حدیث میں وارد ہے کہ مسیح دمشق میں نازل ہو گا۔

احمدی۔ مواضع نزول میں اختلاف ہے۔ ایک حدیث میں بیت المقدس۔ دوسری میں دمشق۔ تیسری میں معسکر المسلمین۔ چوتھی میں جبل افیق۔ پانچویں میں ہندوستان۔ چھٹی میں جبل دخان۔ ساتویں میں فج الروحاء۔

شیخ۔ اصح یہی ہے۔ کہ دمشق میں اتریگے ۞

احمدی۔ اس لئے کہ جناب دمشق میں رہتے ہیں جو بیت المقدس میں رہتا ہے۔ وہ کہے گا کہ بیت المقدس والی حدیث اصح ہے۔

شیخ۔ اچھا یہ آپکو ماننا ہے کہ وہ وفات پا گئے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ وہ زندہ ہیں ۞

احمدی۔ آپ کی رائے بے بنیاد ہے۔ اور میری رائے علی وجہ البصیرت اور من حیث الدلائل والبراہین یقینی طور پر صحیح ہے۔ اسپر حاضرین نے کہا۔ کہ شیخ صاحب آپ کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ ان کے دلائل معقولانہ منطقیانہ ہیں۔ اور ان سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسیح وفات پا گئے ہیں۔

آخر میں تمام احباب سے دعا کی درخواست ہے۔ والسلام

خادم۔ جلال الدین از دمشق۔ ۲۳ر اپریل ۱۹۲۶ء

اخبار احمدیہ

ارتداد سے توبہ

آریوں نے ملکانوں کو مرتد کرتے وقت ایک لالچ یہ بھی دیا تھا کہ ہندو ٹھاکر تم سے روٹی بیٹی کے تعلقات قائم کرینگے۔ اور تم بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاؤ گے لیکن دوسری باتوں کی طرح یہ بھی غلط نکلی۔ اور مرتد ہونیوالے ملکانے اب عجیب کشمکش میں مبتلا ہیں۔ کیونکہ جو ملکانے مرتد نہیں ہوئے۔ ان کے ہاں بھی مرتد ہونے والوں کی شادی بند ہو گئی ہے۔ حال میں ایک اسی قسم کا واقعہ پیش آیا۔ لڑکی والوں نے مرتد شدہ لڑکے کے ساتھ نکاح پڑھانے سے انکار کر دیا۔ آخر لڑکے اور اسکے باپ نے مولوی محمد حسین صاحب احمدی مبلغ کے سامنے ارتداد سے توبہ کی۔ تب مولوی صاحب نے نکاح پڑھا۔ تائب ہونے والوں نے حسب ذیل تحریر اپنے انگوٹھے لگا کر لکھ دی۔

ہم مسمیان لعل خان ولد گھمنڈی خان و لدیگو خان موضع حسن پور ڈاکخانہ کھندولی ضلع آگرہ کے ہیں۔ عرصہ تین سال کا ہوا کہ جب ہم آریوں نے اس وعدہ پر شدھ کر کے جنیو وغیرہ دئے تھے کہ ہم تمہارا تمام ضلع ہندو ٹھاکروں سے کرا دینگے۔ اور تمام رشتہ ناطہ تمہارے لوگوں کا اہل ہنود میں ہو گا۔ مگر آج تک انہوں نے کوئی وعدہ بھی ہمارے ساتھ پورا نہیں کیا۔ اور آج تک ہم کو صرف طفل تسلیاں ہی دیتے رہے۔ لہذا ہم کو اب یقین ہو گیا ہے کہ ان کا مقصد صرف ہم کو ورغلا کر خوار کرنا ہی تھا۔ اس لئے آج ہم سچے دل سے توبہ کر کے اسلام کے جھنڈے کے نیچے آتے ہیں۔ اور ہم سمی دریان موضع بہلول کھانہ جیسرہ ضلع ایٹہ کے ساتھ جو ہمارا پرانا اسلامی بھائی ہے۔ رشتہ مقرر کر کے اپنے لڑکے کی شادی انکی لڑکی کے ساتھ بتاریخ ۱۸ر اپریل ۱۹۲۶ء بعوض مبلغ ایک ہزار روپیہ مہر سکہ انگریزی مقرر کر کے منظور کرتے ہیں اور ہم مولوی محمد حسین احمدی جو نکاح پڑھانے والے ہیں۔ ان اقرار کرتے ہیں کہ ہم اس توبہ پر بقید حیات قائم رہینگے۔

درخواست دعا

میں میعادی بخار کی وجہ سے جواب نہیں، بہت کمزور اور نحیف ہو گیا ہوں۔ احباب دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ مجھے توانائی بخشے۔ خاکسار احمد اللہ امیر جماعت احمدیہ نوشہرہ

(۲) بزرگان دین و اصحاب سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت میں کمال ادب کے ساتھ درخواست ہے کہ ہمارے حق میں دعا فرمائیں کہ مولا کریم ہم سب مسیح کی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
یوم سہ شنبہ قادیان دارالامان - ۸ر جون ۱۹۲۶ء

اسلامی فرقوں کے اتحاد کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی تجویز اور خلافت کانفرنس کا اجلاس خصوصی

(نمبر ۲)

خلافت کمیٹی کے اجلاس خاص میں تمام اسلامی فرقوں کے اتحاد کی جو تجویز ایک "مولانا" کی پیش کردہ پاس ہوئی ہے۔ وہ حسب ذیل ہے:۔

"خلافت کانفرنس کا یہ اجلاس مسلمانوں کی باہمی تنظیم و اجتماع کے سلسلہ میں تمام اسلامی فرقوں اور مختلف الخیال جماعتوں سے پُرزور اپیل کرتا ہے۔ کہ مشترک مذہبی مفاد اور مسلمانوں کی اصلاحی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے باہمی رواداری کا برتاؤ کریں۔ اور معمولی فروعی مسائل کے اختلاف کی بناء پر ایک دوسرے کی تکفیر سے اجتناب و احتراز کریں۔"

اس تجویز کے بعض الفاظ سے قطع نظر کرتے ہوئے جو مولویانہ تنگ خیالی کے اندر گھرے ہوئے ہونے کی وجہ سے بہت سی خامیاں اور نقائص رکھتے ہیں۔ ہم اس روح کو لیتے ہیں۔ جو "تمام اسلامی فرقوں اور مختلف الخیال جماعتوں سے پُرزور اپیل" میں پائی جاتی ہے۔ اور جو یہ ہے کہ "مشترکہ مذہبی مفاد اور مسلمانوں کی اصلاحی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے باہمی رواداری کا برتاؤ کریں۔" اور پوچھتے ہیں۔ کیا یہ وہی بات نہیں جسے امام جماعت احمدیہ نے نہایت فصیح انداز اور شیریں الفاظ میں "آل مسلم پارٹیز کانفرنس" امرتسر کے موقعہ پر بیان فرمایا تھا۔ اور جسے گذشتہ مضمون میں ہم تفصیل سے پیش کر چکے ہیں مگر اس وقت "جمعیۃ العلماء" کو یہ بات نہایت کڑوی معلوم ہوئی۔ اور ایسی کڑوی معلوم ہوئی۔ کہ جو لوگ امام جماعت احمدیہ کی طرف سے یہ بات سنانے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ ان کے پاس بیٹھنا گوارا نہ کیا۔ لیکن اب انہی علماء نے خلافت کمیٹی کے اجلاس منعقدہ دہلی میں ہماری جماعت کے نمائندوں کے ساتھ پہلو بہ پہلو شرکت گوارا کی۔ اور سب سے اہم اور باثر تجویز جو پاس کی وہ اسی تجویز کا چربہ ہے۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی تھی نہایت خوشی کی بات ہے کہ اب جمعیۃ العلماء کو اس کے متعلق اسقدر انشراح صدر ہو گیا ہے کہ ان کا اخبار "الجمعیۃ" (۱۸ر مئی) اسے نہایت ضروری اور اہم قرار دیتا ہوا لکھتا ہے:۔

"اسلامی فرقوں کے اتحاد کے متعلق جو تجویز خلافت کانفرنس میں پاس ہوئی ہے۔ وہ ان تجویزوں میں سے ہے۔ جو ایک زمانہ سے ہر سچے دردمند مسلمان کے پیش نظر رہی ہیں۔"

قبل اسکے کہ ہم "الجمعیۃ" کی بقیہ سطور نقل کریں۔ صرف اتنا دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ کیا اسلامی فرقوں کے اتحاد کی "تجویز" سوائے امام جماعت احمدیہ کے کسی اور "مسلمان" خاصکر "علماء" اور مذہبی فرقہ کے کسی لیڈر کے پیش نظر نہیں رہی کہ زبان و قلم پر کبھی آئی ہے۔ اور کسی نے اس کی اہمیت اور ضرورت اس عمدگی سے مسلمانوں کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے۔ جس طرح امام جماعت احمدیہ نے کیا۔ اگر نہیں اور ہرگز نہیں۔ تو معاملہ مذکور کو کھلے طور پر اعتراف کر لینا چاہیئے۔ کہ امام جماعت احمدیہ ہی "سچے دردمند مسلمان" ہیں۔ اور آپ مسلمانوں سے جو کچھ بھی کہتے ہیں۔ ان کی بھلائی کے لئے کہتے ہیں۔

"الجمعیۃ" آگے لکھتا ہے:۔

"مسلمانوں کے مختلف العقائد فرقوں کا باہم برسرجنگ رہنا۔ ایک دوسرے کو کافر کہنا۔ ایک دوسرے سے سلام و کلام کا تعلق قطع کرنا۔ اور ایک دوسرے کی مسجدوں میں نماز تک نہ پڑھنے دینا۔ یہ ایسی بیماری ہے۔ جس نے ایک اسلام کو کئی اسلاموں میں تقسیم کر دیا ہے۔ دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں ہے۔ جس میں اتحاد و یکجہتی کی ایسی عمیق اور دل نشین تعلیم دی گئی ہو۔ جیسی اسلام میں ہے۔ تمام مسلمان بلا اختلاف ایک خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ ایک رسول کو مانتے ہیں۔ ایک کتاب کو سرچشمہ ہدایت تسلیم کرتے ہیں۔ اور ایک قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے فرقہ بندیاں ان قوموں سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ جن کا نہ کوئی خدا ہے نہ کوئی رسول۔ نہ کوئی قبلہ۔ نہ کوئی کتاب۔ اس تفرقہ و انتشار کو دور کرنے کے لئے آج ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درجہ کا آدمی تو ہم میں موجود نہیں ہے۔ کہ سب کو نئے سرے سے ایک ہی منہاج شریعت پر جمع کر دے۔ لیکن کم از کم اتنا تو ہو سکتا ہے کہ ہم اختلافی مسائل کو چھوڑ کر متحدہ قومی مسائل میں متحد ہو جائیں۔ اور ہماری فرقیانہ زندگی خواہ الگ ہو۔ مگر قومی زندگی ایک ہی ہو۔ اس سے اور کچھ نہیں تو اتنا ضرور فائدہ ہو گا کہ ہماری زبان پر جو "۷ کروڑ مسلمانان ہند" کا لفظ بار بار آتا ہے۔ وہ کچھ بامعنی تو ہو جائیگا۔"

اگرچہ "الجمعیۃ" نے مسلمانوں کے اتحاد اور اتفاق کی جو غرض بیان کی ہے۔ اور اس سے جو فائدہ سمجھا ہے۔ وہ نہایت ادنیٰ اور معمولی ہے۔ لیکن "فکر ہر کس بقدر ہمت اوست" کے مطابق ہم "الجمعیۃ" کو معذور سمجھتے ہوئے بتانا چاہتے ہیں کہ اسلامی فرقوں کے اتحاد سے یہ فائدہ کہ ۷ کروڑ مسلمانان ہند کا لفظ کچھ بامعنی ہو جائے گا کچھ حقیقت ہی نہیں رکھتا۔ اس فائدہ کے مقابلہ میں جو باہمی اتحاد سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اور جو مختصر طور پر اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ مسلمان نہایت سہولت اور عمدگی کے ساتھ اپنی تمدنی، معاشرتی اور مالی اصلاح کر سکیں گے۔ اور وہ قومیں جو انہیں مٹانے اور برباد کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ اور برباد کر رہی ہیں۔ ان کی دستبرد سے محفوظ ہو سکیں گے۔

اخبار "الجمعیۃ" کی مندرجہ بالا سطور اور خلافت کمیٹی کی پاس کردہ تجویز سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلامی فرقوں میں متحدہ اغراض کے لئے اتفاق نہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ ایک دوسرے کی تکفیر سمجھی گئی ہے۔ اسی لئے "معمولی فروعی مسائل کے اختلاف کی بناء پر ایک دوسرے کی تکفیر سے اجتناب و احتراز کی درخواست" کی گئی ہے۔ اگر یہ درخواست شرف قبولیت حاصل کر لے تو بڑی خوشی کی بات ہے لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ ایسا ہونا قطعاً محال ہے۔ وہ فرقے جو باہمی اختلاف کو "معمولی" اور "فروعی" نہیں سمجھتے۔ بلکہ یہ یقین رکھتے ہیں۔ کہ ان کا اختلاف اصولی اور بنیادی ہے۔ ان سے یہ مطالبہ کرنا کہ وہ مسئلہ تکفیر سے متعلق اپنے مذہبی عقیدہ کو ترک کر دیں۔ ایسا مطالبہ ہے۔ جسے کوئی فرقہ اپنے مذہبی عقائد کے ساتھ وفادار رہتے ہوئے قطعاً پورا نہیں کر سکے گا۔ اور جو لوگ اپنے عقائد پر وفاداری کے ساتھ قائم نہ رہ سکیں ان سے کیا توقع ہو سکتی ہے۔ کہ وہ کسی اور معاہدہ کی پابندی کر سکیں گے۔ ایسے لوگوں کی رفاقت سے کسی مقصد اور مدعا کے حصول میں کامیابی کی کیا امید کی جا سکتی ہے۔

پس نہ تو یہ مطالبہ مناسب ہے۔ اور نہ اس سے وہ نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے۔ جو خلافت کمیٹی کے پیش نظر ہے۔ کہ تمام اسلامی فرقے مشترکہ مفاد کے لئے متحد اور متفق ہو جائیں۔ اس کے لئے بہترین اور نتیجہ خیز صورت وہی ہے۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے۔ کہ اسلام کی مذہبی تعریف پر کسی قسم کی پابندی عائد نہ کی جائے۔ کیونکہ "مذہبی تعریف ہر ایک شخص کے اختیار میں ہے۔

وہ جو چاہے۔ تعریف کرے۔ اور اس کے مطابق جس کو چاہے کافر بنائے۔ اور جس کو چاہے مسلمان۔ کسی کا حق نہیں۔ کہ اس پر اس سے ناراض ہو۔ گو ہر ایک کا حق ہے۔ کہ اس کو اگر وہ غلطی پر ہے۔ سمجھائے"۔ ہاں اس زمانہ میں اسلام کی جو "سیاسی تعریف" ہے۔ وہ چونکہ ہر فرقہ اور ہر عقیدہ کے مسلمانوں پر یکساں طور پر عائد ہے۔ اور سیاستاً ان سب کے مفاد ایک ہیں۔ جن کو اسلام کا لفظ حاوی ہے۔ اس لئے مشترکہ مفاد کے حصول اور ان کی حفاظت کے لئے سب فرقوں کے مسلمانوں کو متفقہ اور متحدہ کوشش کرنی چاہیئے۔

یہ ہے۔ اصل اور حقیقی طریق مسلمان فرقوں کے سیاسی اتحاد اور اتفاق کا۔ اگر خلافت کمیٹی اس اصل کی بناء پر اپنی کوشش اور سعی جاری رکھیگی۔ تو اس کی کامیابی کی امید کی جاسکتی ہے اور کسی سمجھدار اسلامی فرقہ کو ایسے اتحاد میں شریک ہونے سے انکار نہیں ہو سکے گا۔ لیکن اگر اس قسم کی پابندیاں لگائی گئیں۔ جن کا پورا کرنا مذہبی لحاظ سے ناممکن ہوا۔ اور اس قسم کی توقع کی گئی۔ جو آج تک کبھی پوری نہیں ہوئی۔ اور نہ اس کے پورے ہونے کی امید کی جاسکتی ہے۔ تو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس تحریک کا بھی وہی حشر ہوگا۔ جو آج تک دیگر بیسیوں تحریکوں کا ہو چکا ہے۔

گاندھی جی کو گرو کی تلاش

اگرچہ ایک معمولی عقل و فکر کے مسلمان کے لئے بھی اس بات کا سمجھنا بالکل آسان ہے۔ کہ جو شخص خدا تعالےٰ کے سچے اور پاک دین اسلام کا منکر ہو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا شرف نہ رکھتا ہو۔ اسے حقیقی روحانیت اور تقرب الٰہی سے کوئی واسطہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن بدقسمتی سے مسلمانان ہند پر ایک وقت ایسا آیا۔ ان کے لیڈروں اور راہ نماؤں نے گاندھی جی کو بالقوہ نبی اور روحانیت میں سب سے بڑھا ہؤا قرار دے دیا۔

ایسے لوگوں کو غالباً اب خود گاندھی جی کی زبانی یہ سن کر بہت تعجب ہوگا۔ کہ انہیں ساری عمر کی "تلاش" کے باوجود آج تک کوئی گرو نہیں ملا۔ اور اب بھی ان کی تلاش اسی طرح جاری ہے۔ چنانچہ گاندھی جی اپنے "تجربات زندگی" کے سلسلہ میں ایک شخص کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"باوجود ان کی اس عزت و احترام کے انہیں میں اپنا گرو بنا کر اپنے خانۂ دل میں کسی طرح جگہ نہیں دے سکتا تھا۔ یہ گھر ہمیشہ خالی رہا۔ اور میری تلاش اب بھی جاری ہے"۔

اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں:-

"میرا خیال ہے۔ کہ یہ نظریہ بہت حد تک صحیح ہے۔ کہ حقیقی معرفت بغیر گرو کے ناممکن ہے"۔

(ہمدرد ۲۶ رمئی ۱۹۲۶ء)

کیا ان سطور سے ثابت نہیں ہے۔ کہ گاندھی جی بقول خود "حقیقی معرفت" سے تاحال محروم ہیں۔ اور انہیں خود ایسے گرو کی تلاش ہے۔ جو انہیں حقیقی معرفت حاصل کرا سکے۔

کامل گرو کا پتہ

گاندھی جی کے سے متلاشی کو ساری عمر کی "تلاش" کے باوجود کامل گرو کا نہ ملنا اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ جس مذہب میں انہوں نے اپنی تلاش جاری رکھی۔ وہ ایسے کامل انسان پیدا کرنے سے محروم ہو چکا ہے۔ جن کے ذریعہ کسی کو حقیقی معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔ اور یہ اسی مذہب کا حال نہیں۔ جس کی پیروی کا گاندھی جی کو دعویٰ ہے۔ بلکہ سوائے اسلام کے کوئی ایسا مذہب نہیں ہے۔ جس نے اس زمانہ میں کوئی کامل انسان دنیا کے سامنے پیش کیا ہو۔ اور اس انسان نے ساری دنیا کا گرو ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ یہ کمال اسلام ہی کو حاصل ہے۔ اور اسلام نے ہی اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا کی ہدایت اور راہ نمائی کے لئے کھڑا کیا ہے ہم گاندھی جی سے گذارش کرینگے۔ کہ وہ اس گرو کی تعلیم کے متعلق جس کے سوا اس زمانہ میں کسی نے کامل گرو ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کیا۔ غور و فکر سے کام لیں۔ کیا عجب ہے۔ کہ ان کا وہ گھر جو انہوں نے گرو کے لئے بنا رکھا ہے۔ اور جو ہمیشہ خالی رہا ہے۔ اب آباد ہو جائے۔

مسلمان حکمران اور ہندو

بغاوت اور سرکشی ہر زمانہ اور ہر حکومت میں نہایت شرمناک اور سخت سے سخت سزا کا مستحق فعل سمجھا جاتا رہا ہے۔ اور اب بھی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ہندوستان میں جو مسلمان حکمران گذرے ہیں۔ ان کے خلاف ہندوؤں میں جذبۂ عناد و بغض اس حد تک ترقی کر گیا ہے۔ کہ جن لوگوں کو وہ مسلمان حکومتوں کے باغی سمجھتے ہیں۔ ان کی سزا دہی کو بھی بہت بڑا ظلم قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ ایسی سزا بھی اس حالت میں دی گئی جب کہ باغی نے معافی دینے کے باوجود شرارت اور فساد سے باز رہنے کا اقرار نہ کیا۔

اخبار "ملاپ" نے اپنے ۵ رمئی کے پرچہ کو "بیر پوجا نمبر" قرار دیتے ہوئے اس میں ان فتنہ پرداز اور مفسد لوگوں کے حالات بڑے طمطراق اور فخر کے ساتھ شائع کئے ہیں۔ جنہوں نے اسلامی حکومتوں کے خلاف تمرد اور سرکشی سے کام لیا۔ اور اسی جرم کی وجہ سے کیفر کردار کو پہنچے۔ انہی میں سے ایک باغی "بندا بہادر" کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ جب اس کی ماں نے شاہ فرخ سیر کے دربار میں حاضر ہو کر آہ و زاری کرتے ہوئے اپنے بیٹے کی رہائی کی درخواست کی۔ اور بادشاہ نے ازراہ ترحم منظور کر کے اس کی رہائی کا حکم دے دیا۔ تو اس نے رہا ہونے سے انکار کر دیا اس پر اسے بادشاہ کے حضور پیش کیا گیا۔ جہاں بالفاظ ملاپ بادشاہ اور اس میں یہ گفتگو ہوئی۔

فرخ سیر:- ہم نے تمہاری جان بخش دی ہے۔

لڑکا:- بھلا کیوں؟

فرخ سیر:- ہمیں تمہاری چھوٹی عمر اور بوڑھی ماں پر رحم آتا ہے۔

لڑکا:- کیا میں سلطنت کا باغی نہیں ہوں۔ اور آپ کی نظروں میں قصوروار نہیں ہوں؟

فرخ سیر:- ہو۔ لیکن ہمیں تمہاری ماں کی حالت پر ترس آتا ہے۔

آخر جب اس لڑکے نے مراحم خسروانہ کی کچھ قدر نہ کی۔ تو اسے وہی سزا دی گئی۔ جو ایسے نمک حرام کو دی جانی چاہیئے تھی۔ اور کوئی عقلمند انسان ان حالات میں یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ شاہ فرخ سیر نے یہ ظالمانہ کام کیا۔ کیونکہ آج بھی باغی اور سرکش کے لئے یہی سزا مقرر ہے۔ مگر ہندو اس قسم کے واقعات پیش کر کے مسلمان حکمرانوں کو ظالم اور ایسے فتنہ پرداز اور مفسد لوگوں کو شہید ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ جو محض ضد اور تعصب کا نتیجہ ہے۔

مہاراجہ نابھہ اور گاندھی جی

سابق مہاراجہ صاحب نابھہ نے گاندھی جی کو کسی کامل گرو کا متلاشی پا کر حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ کے قبول کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ مہاراجہ صاحب کا یہ فعل قابل تعریف ہے۔ کہ وہ اپنے لئے جس انسان کو کامل گرو سمجھتے ہیں۔ اس کی پیروی کے لئے گاندھی جی کو دعوت دے رہے ہیں۔ لیکن حضرت بابا صاحب کی تعلیمات اور ان کے حالات زندگی پر انہیں کتب اور آثار کی بناء پر غور کرنے سے جو سکھ صاحبان کے قبضہ میں ہیں صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ پکے مسلمان تھے۔ اس وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ بابا صاحب کو بھی جو کمال حاصل ہؤا۔ وہ اسلام ہی کے ذریعہ حاصل ہؤا۔ اور اب جبکہ اسلام نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا کامل گرو دنیا کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ تو ہر ایک متلاشی حق کا فرض ہونا چاہیئے۔ کہ اس گرو کو حقیقی روحانیت حاصل کرنیکے لئے اپنا راہنما بنائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

وصیّت کے متعلق مشکلات

وصیّت کی اصل غرض اور ضرورت

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ

فرمودہ ۱۴ مئی ۱۹۲۶ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

بعض امور بظاہر چھوٹے نظر آتے ہیں لیکن ان کے گرد وپیش ایسے حالات جمع ہو جاتے ہیں۔ کہ ان حالات کی وجہ سے

غیر معمولی اہمیت

پکڑ جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ ہماری جماعت میں ایسے امور کی مثالوں میں سے ایک اہم مثال

حصہ وصیّت

ہے۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ وہ تو سب باتوں کو جانتا ہے مگر میں سمجھتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب رسالہ الوصیّۃ شائع کیا۔ تو آپ کے ذہن میں وہ مشکلات نہ تھیں جو آئندہ زمانہ میں اس سلسلہ کے گرد جمع ہونے والی تھیں۔ ان مشکلات کو مد نظر رکھتے ہوئے میں سمجھتا ہوں وصیت عقلی طور پر بھی

نجات کا ذریعہ

ہے۔ اگر وہ مشکلات نہ پیدا ہوتیں۔ اور اس قسم کے حالات وصیت کے متعلق رونما نہ ہوتے۔ تو خیال ہو سکتا تھا۔ کہ وصیت سے جنت کا کیا تعلق؟ مگر اس کے گرد وپیش ایسی مشکلات جمع ہو گئی ہیں۔ جو قرآن کریم کے بتائے ہوئے قاعدہ کے ماتحت بنائی ہیں۔ کہ وہ اسی امر کے گرد جمع ہوئی ہیں۔ جو

ہدایت کا باعث

ہو۔ دیکھو خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یضل بہ کثیراً و یھدی بہ کثیراً۔ کہ جو چیز ہدایت دینے والی ہوتی ہے اس کے ذریعہ بہتوں کو ٹھوکر بھی لگتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم جب بہت بڑی ہدایت لیکر آیا۔ تو اسوقت بڑی ضلالت بھی آئی۔ توریت میں قرآن کریم کی نسبت ہدایت کم تھی۔ اسوقت ٹھوکر بھی کم تھی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ ہمیشہ ہمیش کے لئے دنیا کے واسطے نبی بنا کر بھیجے گئے۔ اور آپ کے بعد

کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا

جو آپ کی نبوت کو منسوخ کرنے۔ اس لئے آپ کے ذریعہ ہمیشہ کے لئے کفر کا دروازہ بھی کھولدیا گیا۔ اب موسوی شریعت کا انکار کفر نہیں کیونکہ اس کا زمانہ ختم ہو گیا۔ مگر اس کا کمال بھی ختم ہو گیا۔ اب کوئی شخص موسوی شریعت پر چلکر

رُوحانی کمال

حاصل نہیں کر سکتا۔ اس کے مقابلہ میں اگر اسلام کے ذریعہ خدا کے قرب کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھولا گیا۔ تو اس کے ساتھ ہی کفر کا دروازہ بھی ہمیشہ کے لئے کھل گیا۔ پس

ہر ہدایت کے ساتھ ضلالت

برابر چلتی ہے۔ اور یہ دونوں پیرلل لائن پر متوازی چلتی ہیں۔ کیونکہ جو چیز یھدی بہ کثیراً ہوگی۔ وہ ساتھ ہی یضل بہ کثیراً بھی ہوگی۔ اب اگر

وصیّت کا مسئلہ

یضل بہ نہ ہوتا۔ تو عقل تسلیم نہ کرتی۔ کہ بھلائی کا باعث بن سکتا۔ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کی سُنّت ہی۔ کہ جو چیز ہدایت کا باعث ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ضلالت کا پہلو بھی ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی سنت بدلا نہیں کرتی۔

اب دیکھو۔ وصیت کس طرح

ٹھوکر کا موجب

ہوئی۔ پہلے تو غیر احمدیوں کو اس سے ٹھوکر لگی۔ انہوں نے کہا دیہ کمانے کا ڈھنگ نکالا گیا ہے۔ ورنہ کسی زمین میں دفن ہو کر کوئی بہشتی کیونکر ہو سکتا ہے۔ یہ بھی وہی بات ہوئی۔ جو کئی مقامات پر بہشتی دروازہ بنا کر کہی جاتی ہے۔ کہ جو اس دروازہ میں سے گذر جائے۔ وہ بہشتی ہو گیا۔

اس طرح وصیت بہت سے لوگوں کے لئے ٹھوکر کا موجب ہوئی۔ کیونکہ انہوں نے اس کی

حقیقت اور مغز

کو نہ سمجھا۔ وصیت کا ہرگز یہ منشاء نہ تھا۔ کہ کوئی اس زمین میں دفن ہونے سے بہشتی ہو جائے گا۔ اگر کسی کافر کو رات کے وقت لوگ اس میں دفن کر جائیں۔ یا کسی ہندو کو دفن کر دیا جائے۔ تو کیا وہ اس لئے جنتی ہو جائے گا کہ اس جگہ دفن کر دیا گیا۔ ہرگز نہیں۔ نہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ منشاء تھا۔ اور نہ خدا تعالیٰ کا کہ خواہ کوئی کسی طرح اس زمین میں بیٹھ جائے۔ جنتی ہوگا۔ بلکہ جو

اصل منشاء

تھا۔ وہ یہ تھا۔ کہ وصیت کے قواعد کو پورا کر کے جو داخل ہوگا۔ وہ جنتی ہوگا۔ گویا وصیت کے قواعد پورے کرنا علامت ہوگی۔ اس بات کی۔ کہ پورا کرنے والا بہشتی ہے جیسے قرآن کریم میں

مومن کی علامتیں

بتائی گئی ہیں۔ کہ نماز کا پابند ہو۔ زکوٰۃ دے۔ حج کرے۔ خدا کی توحید پر ایمان لائے۔ رسولوں پر ایمان لائے۔ تو جنتی ہوگا۔ مگر دوسری جگہ کہا۔ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لانے والے جنتی ہیں۔ اس کے یہی معنے ہیں۔ کہ ان شرائط کے ساتھ جو ایمان لائیں۔ وہ جنتی ہیں۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ رکھا کہ جو ان شرائط کے ساتھ اپنے آپ کو پیش کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ اسے جنتیوں میں شمار کرتا ہے۔ کیونکہ انسان کا دل اسبات کا خواہاں ہوتا ہے۔ کہ اسے کس طرح پتہ لگے۔

خدا کی رضا

اسے حاصل ہو گئی ہے۔ اور ہر زمانہ میں خدا تعالیٰ کی مرضی اور منشاء معلوم کرنے کے ذرائع مختلف ہوتے ہیں۔ اس زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں کی تڑپ معلوم کر کے وصیّت کے قواعد کے ذریعہ بتایا کہ اگر تم میں ایسا اخلاص۔ ایسا ایمان اور ایسا تعلق باللہ ہو۔ تو سمجھ لو۔ تم جنتی ہو گئے۔ اس سے کم ہو۔ تو بات مشتبہ ہے۔ خدا ہی جانتا ہے۔ تمہارا انجام کیا ہوگا تو یہ ایک ذریعہ ہے۔ جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ

کون جنتی ہے

جیسے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں خدا تعالیٰ نے آپ کی معرفت فرمایا تھا۔ جنت انکو ملیگی جو خدا کی راہ میں جان اور مال دینگے چونکہ اس وقت جہاد کی ضرورت تھی۔ اس لئے جان کی بھی شرط تھی اور اسوقت یہی بہشتی مقبرہ تھا۔ اور اسکی علامت یہ تھی کہ جان اور مال دیا ہے۔ مگر اب ایسا زمانہ ہے کہ پہلے زمانہ کی طرح جانیں دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اخلاق اور اعمال اور اموال کی قربانی کی ضرورت ہے۔ کوئی کہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت

بہشتی مقبرہ

کیوں نہ بنایا گیا۔ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے۔ اس زمانہ میں حالات ایسے تھے کہ تاریخی طور پر بہشتی لوگوں کی قبروں کو محفوظ رکھنا مشکل تھا۔ اس وقت ریلیں نہ تھیں کہ دور دراز سے لاشیں لائی جا سکتیں لوگوں میں اتنی جہالت تھی کہ قبروں کو اکھیڑ کر پھینک دینا معمولی بات سمجھتے تھے۔ اسوجہ سے قبریں قائم نہ رہ سکتی تھیں۔ اگر اس زمانہ میں بھی اسی طرح کی سہولتیں ہوتیں جیسی اب ہیں۔ تو ان کیلئے بھی الگ مقبرہ تجویز کیا جاتا مگر اسوقت لاشوں کا پہنچنا بہت مشکل تھا۔ اور اب تو ممکن ہے کہ

دنیا کے دوسرے سرے سے

بھی لاش آجائے۔ ہوائی جہاز کے ذریعہ امریکہ سے دو دن میں لاش یہاں پہنچ سکتی ہے۔ پس اب وہ زمانہ ہے جبکہ لاشیں دور دور سے پہنچ سکتی ہیں اور قبروں کی حفاظت کیجا سکتی ہے۔ اس لئے

ظاہری علامت

کے طور پر مقبرہ بہشتی بھی مقرر کر دیا گیا ہے۔ ورنہ مقبرہ بہشتی تو پہلے سے ہی اسلام میں موجود ہے۔ کئی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ

جنت البقیع

میں دفن ہونے والوں کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ یہ جنتی ہیں۔ چنانچہ بعض نادانوں نے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ تو جوان کے متعلق خیال کرتے تھے۔ کہ کافر ہو گئے۔ انہوں نے کہا ہم اس جگہ دفن نہ ہونے دینگے۔ کیونکہ ان کا خیال تھا۔ کہ جو اس جگہ دفن ہو گا۔ وہ جنتی ہوگا۔ اس وجہ سے وہ جنت کے ٹھیکہ دار کہنے لگے۔ ہم دفن نہ ہونے دینگے۔ انہوں نے یہ اسی لئے کہا۔ کہ اس زمین کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ اس میں دفن ہونے والا جنتی ہوگا۔ پس اس کا نام وعدہ نہیں رکھتا نہ اس کا اور نہ اس کا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقبرہ کے متعلق فرمائی۔ بلکہ یہ خبر ہے۔ اور

وعدہ اور خبر میں فرق

ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ علامتیں بتائی گئی ہیں۔ کہ جس میں وہ پائی جائیں۔ اس کو پہچان لو۔ کہ جنتی ہوگا۔

پس پہلے تو وصیت سے ٹھوکر غیر احمدیوں کو لگی۔ اور بعضی بہ کثیرا اس طرح پورا ہوا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ یھدی بہ کثیرا بھی ضرور ہوگا۔

دوسری ٹھوکر

کمزور ماننے والوں کو لگی۔ انہوں نے وہی خیال کر لیا۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال سے کمزور ایمان والے مسلمانوں نے سمجھ لیا تھا۔ کہ جو بقیع میں داخل ہو جائے۔ وہ جنتی ہوگا۔ اسی طرح انہوں نے خیال کر لیا۔ کہ جو بہشتی مقبرہ میں داخل ہو جائے۔ خواہ کس طرح داخل ہو۔ جنتی ہوگا۔ یہ خیال کر کے انہوں نے دھوکہ سے اس میں داخل ہونا چاہا۔ مثلاً اس طرح۔ کہ کہدیا ہمارے مرنے کے بعد اتنی جائداد لے لینا۔ حالانکہ اتنی جائداد ہی نہ تھی۔ اس طرح انہوں نے گویا رجسٹر مقبرہ بہشتی میں اپنا نام لکھا جانا کافی سمجھا جنتی بننے کے لئے اگر یہی بات ہو۔ کہ جس طرح بھی کوئی اس زمین میں دفن ہو جائے۔ وہ جنتی بن جائے۔ تو ہمیں سارا روپیہ اس پر خرچ کرنا پڑے۔ کہ

مقبرہ کے ارد گرد پہرہ دار

مقرر کئے جائیں۔ جو بندوقیں لے کر کھڑے رہیں۔ تاکہ اس میں کوئی زبردستی دفن نہ کر جائے۔ ادھر جو لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ صرف داخل ہو جانے سے ہی جنت مل سکتی ہے۔ وہ رات کو لاشیں لاکر دفن کر جائیں۔ اس طرح مقبرہ تمسخر اور کھیل بن جاتا ہے۔

پس بعض نے اس طرح ٹھوکر کھائی۔ کہ خیال کر لیا۔ کہ اس زمین میں دفن ہونے سے انسان جنتی بن جاتا ہے۔ اور اس لئے لگے دھوکے کرنے۔ اور بعض نے اس کی غرض اور منشا کو نہ سمجھ کر دھوکہ کھایا۔ کوئی کہے ادھر جنتی بننے کی خواہش اور ادھر دھوکہ کرنا یہ دونوں

متضاد باتیں

کس طرح پائی جا سکتی ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہئیے۔ جو لوگ ایمان کو ٹونے ٹوٹکے کے طور پر سمجھتے ہیں۔ اور جن کے عقیدہ کی بنیاد عقل پر نہیں ہوتی۔ وہ اس قسم کی متضاد باتیں جمع کر لیتے ہیں۔ ہم اس کا نام ظاہر پر محمول کر کے دھوکہ رکھتے ہیں۔ مگر ایسے لوگ حقیقت میں سمجھتے ہیں۔ کہ ایسا ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے نزدیک دھوکہ نہیں کر رہے ہوتے۔ عام مسلمانوں میں یہ خیال پایا جاتا ہے۔ اور حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ سناتے۔ کہ بعض لوگ

قرآن کریم کی چوری

چوری نہیں سمجھتے۔ اور ان کا خیال ہے۔ خدا کا کلام چرا لینا گناہ نہیں۔ ایک دفعہ ایک دوست کے سپرد کچھ روپے تھے اس نے ذاتی مصارف میں اس خیال سے صرف کر لئے۔ کہ جب میرے پاس ہونگے۔ دیدونگا۔ میرا اس شخص سے بہت تعلق تھا۔ مگر انجمن میں میں نے ہی یہ سوال اٹھایا۔ کہ اس طرح ان کو خرچ نہیں کرنا چاہئیے تھا۔ اس دوست نے بھی اقرار کر لیا۔ کہ غلطی ہو گئی ہے۔ میں جلد روپیہ ادا کر دونگا۔ مگر ایک اور دوست کھڑے ہو گئے۔ جنہوں نے یہ بحث شروع کر دی۔ کہ یہ غلطی ہے ہی نہیں۔ کیونکہ

روپیہ خدا کیلئے

جمع کیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی خدا کی مخلوق ہیں۔ انکو ضرورت تھی۔ انہوں نے خرچ کر لیا۔ تو حرج کیا ہو گیا۔ اور اس میں غلطی کیا ہوئی۔ تو ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ واضح بات ہے۔ کہ خدا کے لئے روپیہ جمع کیا جاتا ہے۔ اور سب خدا کے بندے ہیں۔ مگر جب

اپنی ذات کے متعلق فیصلہ

کرنا ہو۔ تو غلطی کر جاتے ہیں۔ اس کے لئے فیصلہ کرنیوالے اور ہونے چاہئیں۔ تو بسا اوقات انسان سمجھتا ہے۔ کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں۔ دیانت داری کے ماتحت ہے۔ مگر وہ بے وقوفی اور نادانی ہوتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جنہوں نے کسی نہ کسی طرح مقبرہ بہشتی میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ وہ دھوکہ باز تھے۔ بہت سے ان میں ایسے تھے جنہوں نے صرف یہ خیال کیا۔ کہ جنت میں داخل ہونے کے لئے مقبرہ بہشتی میں دفن ہو جانا کافی ہے۔ پھر کیوں نہ ہم دنیا میں بھی مال سے فائدہ اٹھائیں۔ بلکہ میں تو کہوں گا۔ ایک رنگ میں ان کا ایمان بڑھا ہوا تھا۔ کہ انہوں نے سمجھا

اگر ہم دھوکہ کر کے بھی مقبرہ میں داخل ہو جائیں گے۔ تو بھی خدا تعالے ہمیں اس میں داخل ہونے کی وجہ سے جنتی قرار دے دیگا۔ بے شک ایسے لوگ غلطی پر تھے۔ اور ان کا خیال درست نہ تھا۔ ان کو ضلالت پہنچی۔ اور انہوں نے

وصیت کا غلط مفہوم

لیا۔ اور دھوکہ میں پڑ گئے۔ مگر وصیت سے سب سے بڑا فتنہ ایک اور پیدا ہوا۔ جو خیال میں بھی نہیں آسکتا۔ اور وہ

خلافت کے متعلق فتنہ

تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خیال بھی نہ ہوگا جب آپ نے وصیت لکھی۔ کہ ایسی جماعت بھی پیدا ہوگی۔ جو اس کے ماتحت کہے گی۔ کہ خلیفہ نہیں ہونا چاہئیے۔ مگر اس طرح بھی وصیت ٹھوکر کا باعث ہوئی۔ اور ایسا فتنہ پیدا ہوا۔ جس نے جماعت کو تہ و بالا کر دیا۔ اور ایک وقت تو ایسا آیا۔ کہ سوائے معدودے چند لوگوں کے سب اس طرف ہو گئے۔ کہ خلیفہ کو منتخب کرنا غلط تھا۔ مگر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی تقریر نے بتا دیا۔ کہ یہ خیال غلط تھا۔ اور خلیفہ کا انتخاب بالکل درست تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد جماعت پر توجہات الٰہیہ اور برکات کے نزول کا خاص وقت تھا۔ اور یہ ممکن ہی نہیں۔ کہ

نبی کے فوت ہونے کے معاً بعد

جماعت گمراہی اور ضلالت پر جمع ہو۔ کیا یہ ممکن ہے۔ کہ جب خدا تعالے نے نبی کو اٹھا لیا۔ اور جماعت سب سے زیادہ رحم کی مستحق ہو گئی۔ اس وقت خدا تعالے جماعت کو گمراہ ہونے دے۔ پس درحقیقت

سچا فیصلہ

وہی تھا۔ جو جماعت نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد خلیفہ کے انتخاب کے متعلق کیا۔ لیکن پھر بھی کچھ ایسے لوگ تھے۔ اور اب تو ان میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ جن کا خیال ہے۔ کہ خلیفہ نہیں ہونا چاہئیے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ

جماعت کے دو ٹکڑے

ہو گئے۔ اور ایک ٹکڑہ پراگندہ ہو کر جماعت سے باہر چلا گیا پراگندہ میں اس لئے کہتا ہوں۔ کہ اس میں کوئی اتحاد نہیں مگر ان میں ایسے لوگ شامل ہیں۔ جو کسی وقت جماعت میں اہمیت رکھتے تھے۔ تو ان کے لئے وصیت ٹھوکر کا موجب ہوئی۔ اور یضل بہ کثیرا ان کے متعلق بھی ظاہر ہوا ہے میں سمجھتا ہوں۔ وصیت کے مسائل ابھی ایسے پیچیدہ ہیں کہ آئندہ بھی ٹھوکر کا موجب ہو سکتے ہیں۔ مگر میں "سرود بستاں یاد دہانیدن" کے مطابق ان کا ذکر نہیں کرنا چاہتا۔

اس وقت میں صرف

ایک مسئلہ کے متعلق

کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اور وہ مسئلہ ہے۔ جس کا اس سال کی مجلس مشاورت میں بھی ذکر ہوا تھا۔ کہ کس قدر آمد پر کوئی شخص وصیت کرے۔ اور آمد اور جائداد پر وصیت ہو یا نہ ہو۔ میں نے جہاں تک

وصیّت کو پڑھا ہے

کبھی ایک منٹ کے لئے بھی مجھے یہ خیال نہیں آیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس سے منشاء یہ تھا۔ کہ جو اس زمین میں دفن ہو جائے۔ وہ جنتی ہو گا۔ یہ بات ایسی ہے کہ خدا تعالےٰ تو الگ رہا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی طرف بھی منسوب نہیں کی جا سکتی۔ اور یہ وہ تعلیم ہے۔ کہ شروع سے لے کر اخیر تک جس کا قرآن انکار کر رہا ہے۔ میں تو یہ سمجھ نہیں سکتا۔ کہ کوئی شخص خدا تعالیٰ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلق رکھنے سے تو جنتی نہ ہو سکے۔ لیکن اس زمین میں دفن ہونے سے جنتی ہو جائے۔ اس طرح تو نعوذ باللہ اس زمین کا

خدا تعالیٰ سے بھی بڑا درجہ

ہوا۔ کہ اس زمین سے تعلق رکھنے والا جنتی بن سکتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ اور حضرت مسیح موعودؑ سے تعلق رکھ کر کوئی شخص جنتی نہیں بن سکتا۔ تو پھر اس زمین میں کونسی طاقت ہو سکتی ہے۔ کہ جو اس زمین میں دفن ہو جائے۔ وہ

سیدھا جنت میں

چلا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ بات قرآن کریم کی تعلیم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور خود وصیت کی تعلیم کے خلاف ہے۔ جو

منشاء وصیت کا

ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ادنیٰ قربانی پیش کی ہے۔ جو اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ جو شخص اس قدر قربانی کرتا ہے۔ اس کے نفس میں اصلاح ہے۔ اور جو اتنی قربانی کرتا ہے۔ اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے۔ کہ جنتی ہے۔ پس اگر وصیت سے اس قسم کی قربانی مراد ہے۔ تو وصیت کو اس کے ماتحت لانا ہو گا۔ اور جس بات میں قربانی نہ پائی جاتی ہو گی۔ وہ وصیت کے خلاف ہو گی۔ میں اسوقت تفصیلات کے متعلق بولنے کے لئے کھڑا نہیں ہوا۔ جس بات کے بتانے کے لئے کھڑا ہوا ہوں وہ یہ ہے۔ کہ کسی دوست نے بتایا۔ کہ بعض لوگوں نے کہا کہ چونکہ آج کل روپیہ کی سخت ضرورت ہے۔ اس لئے وصیّت کے نئے معنے کئے جاتے ہیں۔ جن سے غرض یہ ہے۔ کہ زیادہ روپیہ وصول ہو۔ گویہ

نہایت نامعقول اعتراض

ہے۔ مگر میں اسپر بُرا نہیں مناتا۔ کیونکہ میں کسی سے اپنے لئے روپیہ نہیں مانگتا۔ بلکہ خدا کے دین کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ اور اسی کے لئے میں روپیہ مانگتا ہوں۔ اگر اس روپیہ کے خلیفہ کی ذاتی جائداد بنتی۔ اور اس کے رشتہ داروں کو ورثہ میں ملتی۔ تو اعتراض ہو سکتا تھا کہ میں اپنے لئے روپیہ جمع کرنے کے لئے ایسا کر رہا ہوں۔ لیکن اگر یہ مال دین کی خدمت میں صرف ہوتا ہے۔ اور مجھکو ذاتی طور پر اس سے کوئی نفع نہیں پہنچتا۔ تو پھر اگر میں وصیت کے ایسے معنی کرتا ہوں۔ جن کے رو سے خدا تعالیٰ کے دین کے لئے

زیادہ روپیہ

جمع ہو سکتا ہے۔ تو یہ میرے لئے کونسی شرم کی بات ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی وصیّت کی غرض یہی بیان فرمائی ہے۔ کہ اس ذریعہ سے جو روپیہ حاصل ہو گا۔ وہ خدا کے دین کی اشاعت کے لئے خرچ کیا جائیگا۔ پس جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس سے یہی غرض ہے۔ کہ روپیہ آئے۔ جو دین کی اشاعت کے لئے خرچ کیا جائے۔ تو پھر اگر ہم نے ایسے معنی کئے کہ زیادہ روپیہ آئے۔ تو یہ کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ کسی بات سے انسان کی دو غرضیں ایسی ہوتی ہیں۔ جو مذموم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ایسے عقائد گھڑنا چاہتا ہے۔ جن کی وجہ سے دوسرے کو شکنجہ میں کس سکے۔ اور دوسرے ذاتی فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔

وصیّت کے معاملہ

میں دونوں باتیں نہیں ہیں۔ پھر مجھے اس اعتراض پر کیا رنج ہو سکتا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کہ اگر اس رنگ میں ہر بات کو بدلا جائے۔ تو کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے۔ کہ جو لوگ وصیت کے یہ معنے کرتے ہیں۔ کہ خواہ کوئی کتنی ہی قلیل رقم ادا کرے اسکی وصیّت ہو جاتی ہے۔ ان کا یہ مقصد ہے۔ کہ وہ

بغیر کچھ دیئے

مقبرہ میں داخل ہو جائیں۔ اگر ان کا حق ہے۔ کہ یہ کہیں وصیت کو مال کی قربانی اس لئے قرار دیا جاتا ہے۔ کہ اس طرح زیادہ روپیہ وصول ہو۔ تو دوسروں کا بھی حق ہے۔ کہ وہ کہیں۔ ان کا یہ مطلب ہے۔ کہ بغیر کچھ دیئے داخل ہو جائیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں۔ کم سے کم اس خیال کے جو لیڈر تھے انکی یہ نیت نہ تھی۔ اس خیال کے بہت بڑے مؤید

میر محمد اسحٰق صاحب

تھے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ ان کے ذہن میں ہرگز یہ بات نہ تھی۔ کہ یونہی لوگ مقبرہ بہشتی میں دفن ہو جائیں۔ بلکہ یہ تھی کہ وصیّت کا منشاء ہی وہ ہے۔ جو انہوں نے سمجھا۔ دوسرے اس خیال کے مؤید

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

تھے۔ ان کو بھی میں جانتا ہوں۔ اور بچپن سے جانتا ہوں۔ ان کا منشاء بھی یہی تھا۔ کہ حضرت صاحب کا منشاء وہی ہے۔ جو انہوں نے سمجھا۔ ان کی تائید میں جو

اور لوگ

تھے۔ انکی سخت غلطی تھی۔ مگر جو کچھ انہوں نے کہا۔ دیانتداری سے کہا۔ اور مجھے ان کے متعلق ایک ذرا بھی شبہ نہیں کہ ان کا خیال تھا۔ کہ بغیر کچھ دیئے جنت میں داخل ہو جائیں۔ پھر جس نے یہ کہا۔ کہ وصیّت کے نئے معنے اس لئے کئے جاتے ہیں۔ کہ روپیہ آئے۔ اگرچہ اس کا خیال نہایت بے ہودہ ہے۔ مگر مجھے اسپر غصہ نہیں ہے۔ کیونکہ میں یہی چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لئے

زیادہ سے زیادہ روپیہ

آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

کہ خدا تعالیٰ کی محبت کے بعد میں محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں مخمور ہوں۔ اگر یہ کفر ہے۔ تو خدا کی قسم میں سب سے بڑا کافر ہوں۔ اسی طرح میں کہتا ہوں۔ اگر وصیت کے ذریعہ خدا تعالےٰ کے دین کی اشاعت کی خاطر مال جمع کرنے سے مجھ پر لالچ کا الزام آتا ہے۔ تو بخدا میں اس سے بھی

بڑا لالچی

ہوں۔ جس قدر کوئی مجھے کہہ سکتا ہے۔ اگر وصیت کے الفاظ مجھے اجازت دیتے۔ تو میں کہتا ۱/۳ سے کم کی وصیت نہیں ہو سکتی لیکن افسوس کہ الفاظ اس لالچ کی اجازت نہیں دیتے پس مجھے تو خدا کے دین کے لئے روپیہ جمع کرنے کی اس سے زیادہ حرص اور لالچ ہے۔ جس قدر کوئی کہہ سکتا ہے۔ اگر مجھے حضرت مسیح موعود کے منشاء کے خلاف کا خیال نہ ہوتا اور پھر مختلف طبائع کا خیال نہ ہوتا۔ تو میں

اس وقت کی ضروریات

کے مطابق یہی فیصلہ کرتا۔ کہ ۱/۳ حصہ کی وصیت کی جائے۔ اب میں ایسا تو نہیں کر سکتا۔ لیکن میرا عقیدہ یہی ہے۔ کہ یہ بھی جائز ہے۔ جب احمدیت ترقی کریگی۔ ہماری جماعت کے لوگوں کی آمدنیاں زیادہ ہونگی۔ ہمارے ہاتھ میں حکومت آ جائیگی۔ احمدی اُمراء اور بادشاہ ہونگے۔ تو اس وقت ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کافی نہ ہو گی۔ اس وقت

سلسلہ کی باگ

جس کے ماتحت نہیں ہوگی۔ وہ اگر وصیت کے لئے 1/3 حصہ ضروری قرار دیدے۔ تو یہ جائز ہوگا۔ مگر ابھی وہی زمانہ ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت تھا اس لئے ابھی یہ حکم نہیں دیا جاسکتا۔ گو دل یہی چاہتا ہے کہ زیادہ روپیہ آئے اور 1/3 حصہ کی وصیت کی جائے۔ مگر ایک زمانہ ایسا آئیگا الاہی جب 1/3 حصہ تو کنچنیاں بھی داخل کرنے کے لئے تیار ہوجائینگی اسوقت حکومت احمدیت کی ہوگی۔ آمدنی زیادہ ہوگی۔ مال و اموال کی کثرت ہوگی۔ اور 1/3 حصہ داخل کرنا کوئی بات ہی نہ ہوگی۔ مگر اب تھوڑی سی جماعت ہے۔ جس نے بہت بوجھ اٹھانا ہے۔ احمدیت کی وجہ سے ہمارے آدمیوں کی ملازمتیں رُکی ہوئی ہیں۔ ترقیاں رُکی ہوئی ہیں۔ تجارتیں رُکی ہوئی ہیں۔ ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ۱۰ یا ۱۵ فیصدی جو چندہ دیتے ہیں۔ وہی بڑا سمجھا جاتا ہے۔ لیکن جب

تجارت اور حکومت ہمارے قبضہ میں

ہوگی۔ اس وقت اس قسم کی تکلیفیں نہ ہونگی۔ ایسے زمانہ میں اگر وصیت کے چندہ کو انتہائی حد تک بڑھا دیا جائے تو یہ بھی جائز ہوگا۔ کیونکہ اصل غرض اس سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مالی قربانی کا موقعہ دینا ہے۔ اور مال زیادہ ہو تو زیادہ دینے سے ہی قربانی ہوسکتی ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ فرماتے۔ کہ جو شخص وصیت کئے بغیر مرے۔ وہ دوزخی ہے۔ تو میں کہتا ہوں۔

وصیت کو وسیع کرو

لیکن چونکہ آپ نے یہ نہیں لکھا۔ اور وصیت کے بغیر بھی لوگ جنت میں جاسکتے ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ وصیت اعلیٰ درجہ کے لوگوں کے لئے ہے۔ اور اگر کسی وقت 1/10 حصہ کی قربانی اعلیٰ نمونہ کے لئے کافی نہ ہو۔ تو اس کو بڑھایا جاسکتا ہے۔ میں اسکو جائز سمجھتا ہوں۔ آگے اس وقت کے فقہاء کیا فقاہت کرینگے۔ یہ ان کی بات ہے۔

گو اس اعتراض پر مجھے خوشی ہوتی۔ اگر یہ کسی نے کیا ہے۔ لیکن چونکہ میں نے یہ خود معترض سے یہ نہیں سنا۔ اس لئے یہ اقرب قرین قیاس ہے۔ کہ جن دوست نے مجھے سنایا ہے۔ انکو بات کے سمجھنے میں غلطی لگی ہو۔ لیکن اگر یہ صحیح ہے۔ تو میں

اعتراض کرنیوالے کو

نصیحت کرتا ہوں۔ کہ بہت الفاظ ایسے ہوتے ہیں۔ جن کے مُنہ سے نکل جانے کے بعد انسان کو پچھتانا پڑتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کسی نے کہا تھا۔ آپ نے انصاف کے ماتحت مال کی تقسیم نہیں کی۔ آپ نے کہا۔ اگر میں نے انصاف نہیں کیا۔ تو اور کون کرسکتا ہے۔ اور پھر فرمایا اس شخص کی نسل سے ایسے لوگ ہونگے۔ جو دین کو برباد کرنیوالے ہونگے۔ قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اتریگا کیا

خطرناک انجام

ہوا۔ جو کچھ معترض نے کہا ہے۔ اس کا یہی مفہوم ہوسکتا ہے کہ ہم دین کے لئے زیادہ مانگتے ہیں۔ مگر یہ کونسی بُری بات ہے۔ جو جائز تدبیر ہو۔ وہ تو ثواب کا موجب ہے۔ مگر ایسی باتیں اپنے

نتائج کے لحاظ سے قابل اعتراض

ہوتی ہیں۔ گو اپنے الفاظ کے لحاظ سے نہ ہوں۔ دیکھو قرآن کریم میں آتا ہے۔ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو فرماتا ہے۔ تم رسول کو راعنا نہ کہو۔ گو تمہاری نیت اس لفظ سے یہ نہیں کہ رسول کی ہتک کرو۔ مگر یہ لفظ ہتک کرنیوالا ہے۔ اگر تم اس لفظ کو استعمال کروگے تو تم سے اعمال چھین لئے جائینگے اس سے معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کو انبیاء کے متعلق کس قدر غیرت ہوتی ہے۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ کو اپنے

انبیاء کی غیرت

ہوتی ہے۔ گو ان کی ذاتی خوبیاں بہت بڑھی ہوئی ہیں اور خلفاء میں ان کے مقابلہ میں کمزوریاں ہوتی ہیں۔ ان میں انبیاء کی طرح معصومیت نہیں ہوتی۔ مگر جس مقام پر ان کو کھڑا کیا جاتا ہے۔ اسکی غیرت کی وجہ سے ان پر اعتراض کرنے والے بھی ٹھوکر سے نہیں بچ سکتے۔ تم بیشک اگر تمہیں کو

اپنے ایمان کی فکر

نہ ہو۔ تو نہ ہو۔ مگر مجھے ہے۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت جیسی سلامت ایمان والی مجھے ملی تھی۔ اس سے بڑھ کر چھوڑ کر جاؤں پس ایسے الفاظ اپنے مُنہ سے نہ نکالو۔ جو خدا تعالیٰ کی غیرت کو بھڑکانے والے ہوں۔ اور ایسی باتیں مت کرو۔ جن کا تمہیں صحیح علم نہ ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ھل شققت قلبہ۔ کیا تم نے اس کا سینہ پھاڑ کر دیکھ لیا ہے۔ میں کہتا ہوں ایک منافق کو جو حق اسلام دیتا ہے۔ وہ خلیفہ کو بھی ضرور ملنا چاہیئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ایسا منافق جو تلوار سے جنگ کرتا ہو۔ وہ بھی اگر کہے کہ میں مسلمان ہوں۔ تو اسکی بات کو قبول کرلینا چاہیئے۔ کیونکہ اس کا دل بجز کسی نے نہیں دیکھ لیا۔ جب یہ

ادنیٰ ترین حق

ہے۔ جو اسلام منافق کو بھی دیتا ہے۔ تو میں نہیں سمجھتا خلیفہ ہونے پر یہ حق کیونکر اس سے چھینا جاسکتا ہے۔ پس ایسی باتیں نہ کرو جن کا علم نہ ہو۔

پھر میں اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ

وصیت آزمائش ایمان کا ذریعہ ہے

وصیت پیمانہ ہے۔ ایمان کو ناپنے کا۔ اور وصیت آئینہ ہے اپنی ایمانی شکل دیکھنے کا۔ میں اسکے متعلق کچھ زیادہ نہیں کہتا۔ صرف اتنا کہتا ہوں۔ کہ میں تمہاری نسبت اعلم ہوں اس معاملہ کے متعلق۔ اور وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ ابھی میں اصل مسئلہ کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ مجھے اس بارے میں دوستوں سے مشورہ کرنا ہے۔ مگر میں دعا کرتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ ہماری جماعت کے لوگوں میں قربانی اور ایثار کے جذبات پیدا کرے۔ اور ہم اسکے قرب کو حاصل کرسکیں۔ اور اسکے فضلوں کے وارث ہوں ٭

وصیت کے حصہ میں اضافہ

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۷ مئی ۱۹۲۶ء میں یہ ارشاد فرمایا تھا کہ "وصیت کرتے ہوئے احباب کو یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے جو اعلیٰ حصہ مقرر کیا ہے وہ 1/3 ہے اور ہر مومن کو کوشش کرنی چاہیئے کہ زیادہ سے زیادہ حصہ کی وصیت کرے۔ ہاں اگر اپنی مجبوریوں کی وجہ سے 1/3 حصہ کی نہ کرسکے تو 1/4 حصہ کی کرے۔ اگر 1/4 حصہ کی نہ کرسکے۔ تو 1/5 کی کرے۔ اور اگر 1/5 حصہ کی نہ کرسکے۔ تو 1/6 حصہ کی کرے۔ اور اگر 1/6 حصہ کی نہ کرسکے تو 1/7 حصہ کی کرے۔ اور اگر 1/7 حصہ کی نہ کرسکے تو 1/8 حصہ کی کرے اور اگر 1/8 حصہ کی نہ کرسکے۔ تو 1/9 حصہ کی کرے۔ اور اگر کچھ بھی نہ کرسکے تو 1/10 حصہ کی کرے۔

میں امید کرتا ہوں کہ اگر دوست اس رنگ میں اپنے فرائض ادا کرینگے تو خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت جلد کامیابی حاصل ہوگی۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ لوگوں کی کوششوں میں برکت ڈالے اور جو اسلام کی اشاعت کا کام اس نے ہمارے ذریعہ جاری کیا ہے۔ اسے ہماری سستی سے نقصان نہ پہنچے۔ بلکہ دن بدن ترقی کرے۔"

اس خطبہ پر سب سے اول خدا تعالیٰ کے فضل سے لبیک کہنے والے دوست حسب ذیل ہیں۔ جن کا ذکر غیر ضروری سمجھتا ہوں :-

(۱) مولوی عبدالعزیز صاحب اپنے اخلاص بھرے خط میں تحریر فرماتے ہیں بخدمت شریف جناب ناظر صاحب بہشتی مقبرہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گذارش ہے کہ جس دن حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے خطبہ جمعہ میں وصیتوں کے کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ دسویں حصہ کی وصیت کوئی اعلیٰ قربانی نہیں یہ تو ایک آخری حد ہے جو اعلیٰ اطاعت نہیں۔ بلکہ "مرتا کیا نہ کرتا" کی مثال ہے۔ لہذا التماس ہے کہ بندہ پہلے آمد کا دسواں حصہ دیتا تھا۔ اب آمد کا چھٹا حصہ انشاء اللہ ادا کیا کروں گا۔ خاکسار عبدالعزیز از کرم پور۔ ۱۸ مئی ۱۹۲۶ء

(۲) ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اسسٹنٹ سرجن قادیان لکھتے ہیں :- "اب میں اپنی آمدنی کا بجائے 1/10 کے 1/5 حصہ بمد وصیت ادا کیا کروں گا" (جناب ڈاکٹر صاحب کی وصیت ۱۹۱۸ء سے ہے اور ... باقاعدہ ماہوار وہ آمد ادا کرتے رہتے ہیں) خاکسار سید محمد سرور شاہ سیکرٹری مجلس کارپرداز مصالح قبرستان۔ قادیان ٭

اَبْ اُمْ اور ربّ

یہ ایک مسلمہ صداقت ہے۔ کہ انسان اور خدا کا تعلق "محبت" پر مبنی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہر ایک مذہب کے پیرو کھینچ تان کر بھی اس بات کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ کسی طرح وہ یہ ثابت کر سکیں۔ کہ ان کے مذہب میں خدا کو محبت کے رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ گو وہ ان صفات سے جو ان مذاہب میں ایشور یا خدا کے بتائے گئے ہیں۔ اس بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچانے سے عاجز ہیں۔ لیکن ایشور کے لئے وہ بعض الفاظ دکھا کر اس کی "محبت" کا تصور باندھا کرتے ہیں۔ چنانچہ عیسائیوں کا یہ قول تو ذائع وشائع ہی تھا۔ کہ ہمارے مذہب میں خدا کو باپ کہا گیا ہے۔ اس لئے وہ مجسم محبت ہے۔ لیکن ان دنوں تو آریہ لوگ بھی اس رو سے متاثر ہو کر یہی بات لکھ رہے ہیں۔ چنانچہ ایڈیٹر "آریہ مسافر دہلی" لکھتے ہیں:-

"ایک خصوصیت جو صرف وید کے ساتھ وابستہ ہے۔ وہ یہ کہ تمام دنیا کے انسان پرماتما کے پتر ہیں۔ وید صریح الفاظ میں فرماتا ہے۔ کہ ہم سب اسکے بچے اور وہ خدا ہی ہمارا سب کا حقیقی باپ ہے۔ عیسائی مذہب میں بھی خدا کو باپ کہا گیا ہے۔ مگر اس سے بڑھ کر وید نے اس کو ماں بھی کہا ہے"

(آریہ مسافر دہلی۔ جلد ۴ نمبر ۸ صـ۲۱)

گویا لفظ اَبْ (باپ) میں تو عیسائیت شریک غالب تھی ایس اُمْ (ماں) کے لفظ کی زیادتی کی گئی۔ گو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ کہ جب ایشور بقول آریہ سماج نہ روح و مادہ کا منبع ہے۔ کہ اس کو ماں سے تشبیہ ہو۔ اور نہ ہی وہ ماں کی سی محبت در اُفت رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ تو سہو و غلطی سے سرزد شدہ گناہ بھی معاف کرنے کے لئے طیار نہیں۔ تو اس کو ماں سے کیا نسبت؟ اور اس لفظ کا اطلاق اس پر کن معنوں سے ہے؟ ماں بچہ سے پیار کرتی ہے۔ اس کے آرام کے لئے ہر ممکن کوشش کام میں لاتی ہے۔ وہ ہرگز یہ نہیں دیکھتی۔ کہ اس بچہ نے میرے ساتھ کونسا نیک سلوک کیا ہے۔ تاکہ میں اس کا بدلہ دوں۔ بلکہ اس کی محبت نیچرل (طبعی) ہوتی ہے۔ مگر کہا جاتا ہے۔ کہ ایشور کبھی بھولے سے بھی احسان بلا مبادلہ کا نام نہیں لیتا۔ وہ جو کچھ پہنچاتا ہے۔ وہ صرف اور محض ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ اس کی کمی بیشی میں اس کا کوئی بھی دخل نہیں پھر تعجب ہے۔ کہ ان تمام اوصاف طبعیہ کی عدم موجودگی میں بھی ایشور کو ماں قرار دیا جائے۔ یہ تو برعکس نام نہند زنگی کافور والی بات ہے۔ لیکن پھر بھی ہم کہتے ہیں۔ کہ ہر وہ مذہب جنہوں نے اس وراء الوریٰ ہستی کو باپ یا ماں قرار دیا ہے۔ اور اس طرح اس کی محبت کا کمال ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ بمقابلہ اسلام ناقص ہیں۔ بے شک اسلام نے یہ نہیں کہا۔ کہ خدا تمہارا باپ ہے۔ یا ماں ہے۔ لیکن اس نے خدا کے لئے ایسا لفظ اختیار کیا ہے۔ جو بیان محبت میں جامع و مانع ہے۔ اور وہ لفظ رَبّ ہے۔ رب کے معنے ہیں۔ ایسی ذات جو ایک چیز کو بلا معاوضہ عدم سے وجود میں لائے۔ اور اس کو تدریجاً کمال تک پہنچا کر اس کو اس پر برقرار رکھنے والی ہو۔ اب غور کرو۔ کہ کونسا لفظ جامع ہے۔ مانا کہ اَبْ اور اُمْ محبت کے اظہار کیلئے استعارے ہیں۔ مگر خدا کی محبت کے لئے محض ناقص۔ خدا تعالیٰ کی محبت غیر محدود۔ اس کا دائرہ تعلق غیر محدود۔ اس کا زمانہ تعلق غیر محدود۔ پس اس کو اَبْ اور اُمْ کے محدود دائرہ میں مقید بتلانا در اصل اس کی کسر شان ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا۔ کہ کامل مذہب میں یہ ناقص الفاظ رواج پائیں لہٰذا اس نے اظہار محبت کے لئے اپنی صفت رب کو بتلایا جو کہ بلحاظ دائرہ زمانہ اور تعلق کے غیر محدود ہے۔ پس ویدک دھرم کو لفظ "ماں" پر اترانا نہ چاہیئے۔

(خاکسار اللہ دتا جالندھری (مولوی فاضل) قادیان)

لیڈران آریہ سماج کی گوشت خوری

ابھی تھوڑے عرصہ کی بات ہے۔ کہ وہ قوم جو اسلام کو اس لئے اعتراض کا نشانہ بناتی اور قابل نفرت ٹھیراتی تھی۔ کہ انکے نزدیک اس میں گوشت خوری کی ظالمانہ تعلیم ہے اور بیچاروں پر گلے پھاڑ پھاڑ کر آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا۔ کہ دیکھو اسلام کیسی جیو ہنسیا کی ظالمانہ تعلیم پیش کرتا ہے۔ اور اس ذریعہ سے دنیا کو اسلام سے متنفر کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ اسی قوم کے عوام چھوڑ سرکردہ مذہبی لیڈر اسلام کی گوشت خوری کی تعلیم پر نہ صرف بڑے زور کے ساتھ عمل کر رہے ہیں۔ بلکہ اس کو خوبی سمجھ کر اسے اپنی الہامی کتاب کی طرف منسوب بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ پرکاش لاہور مورخہ ۱۴ رمارچ ۱۹۲۶ء میں کالج پارٹی اور گوروکل پارٹی میں ماس بھکشن کے متعلق مت بھید کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کے مندرجہ ذیل اقتباسات سے پتہ لگتا ہے کہ آریہ سماج میں مدت سے جو گھاس پارٹی اور ماس پارٹی کا اختلاف چلا آتا تھا۔ وہ اب زبردست شقاق کی صورت اختیار کر رہا ہے۔ اور ماس پارٹی میں سماج کے مسلمہ لیڈر شامل ہیں۔ اس کے علاوہ اس کی موجودہ تعلیم یافتہ نسلیں گوشت خور نسلیں ہیں۔ اخبار مذکور لکھتا ہے۔

"اس چٹھی سے بخوبی معلوم ہو جائے گا۔ کہ کالج پارٹی میں کئی مقتدر ہستیاں موجود ہیں۔ جو ماس بھکشن (گوشت خوری) کو ایمانداری سے وید انکول (وید کے مطابق) سمجھتے ہیں۔ اور انہیں آریہ سماج سے نکالا نہیں جا سکتا"

اسی طرح وہ لکھتا ہے:-

"کالج پارٹی کے دیگر لیڈران اور کارکن اسی وجہ سے ماس بھکشن کو وید انکول اور جائز کہنے میں دریغ نہیں کرتے۔ اور اب بھی صورت حال وہی ہے"

اس کے بعد لکھتا ہے:-

"اور کئی اپدیشکوں نے جو ایبٹ آباد سالانہ جلسوں میں شریک ہوئے ہیں۔ انہوں نے سنایا ہے۔ کہ ایبٹ آباد آریہ سماج کے سالانہ جلسہ پر پردھان آریہ سماج کی طرف سے اپدیشکوں تک کے لئے ماس بھوجن پڑوسا جاتا رہا ہے۔ ماس بھوجن کو پردھان جی شکتی بھوجن اور نراکش بھوجن کو وہ بھگتی بھوجن کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ مجھے مرحوم پنڈت بھگت رام شاستری وید تیرتھ نے بتلایا تھا۔ کہ جہلم کے سٹیشن پر ان کے لئے ماس بھوجن تھالی میں پڑوسا ہوا لایا گیا۔ اور وہاں وہ لالہ ہنسراج کی تلاش میں یہ بھوجن لے کر آئے تھے۔

میں خود محسوس کرتا ہوں۔ کہ کاش لالہ ہنسراج جی کبھی ماس نہ کھاتے ہوتے تو آج آریہ سماج میں کالج پارٹی کے نام سے کوئی دوسری پارٹی موجود نہ ہوتی جب نفاق کی ابتداء ہی تھی۔ اس وقت ڈی۔ اے۔ وی سماچار میں یہی خواہش لالہ لاجپت رائے نے ظاہر کی تھی"

کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے۔ کہ وہی آریہ جہاں جو گوشت خوری کو جہاں پاپ ثابت کرنے اور اس کی بناء پر دین اسلام کو ظالمانہ مذہب بتانے کے لئے مسلمانوں کے مقابل میدان مناظرہ اور پنڈال قائم کیا کرتے تھے۔ آج انہی کے مقتدر لیڈر گوشت خوری کو ویدک سدھانت یقین کرتے ہیں۔

(ظفر اسلام۔ قادیان)

بیعت خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خاکسار لاہوری جماعت کے ساتھ تھا۔ اب میں حضور کی بیعت میں شامل ہوتا ہوں۔ لہٰذا خاکسار کی بیعت منظور فرمائی جائے۔ فقط

(مومن حسن ازیادگیر۔ حیدرآباد دکن)

(احباب مولوی صاحب کی استقامت اور ترقی ایمان کیلئے دعا فرمائیں [illegible])

وصیت نمبر ۲۴۱۶

میں جان محمد ولد عبد الغفار کشمیری بٹ ساکن ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کا ہوں جو کہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائداد ایک مکان قیمتی ایک ہزار چھ سو روپیہ گھر کا سامان ایک صد روپیہ ہے۔ اس کے علاوہ نہ کوئی جائداد ہے۔ اور نہ ہی آمد۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت اگر کوئی اور جائداد میری ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک اسی طرح صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ ۲۶/۲/۲ جان محمد احمدی ساکن ڈسکہ بقلم خود گواہ شد۔ اللہ دتہ سیکرٹری انجمن احمدیہ۔ گواہ شد۔ بقلم خود میرزا امیران بخش احمدی۔ گواہ شد۔ شکر اللہ خان بقلم خود۔

وصیت نمبر ۲۳۶۵

میں حکیم غلام فرید ولد رکن الدین قوم پیرزادہ ساکن کھیوہ چک ۱۳۶ ر کھ برانچ تحصیل و ضلع لائل پور کا ہوں۔ جو کہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں (۱) میرے مرنے کے وقت میری جس قدر جائداد ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا جائداد داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ بمد وصیت کروں۔ تو وہ رقم میری جائداد کے ۱/۱۰ حصہ سے منہا کی جائیگی (۳) میری موجودہ جائداد منقولہ ۳۰ تعداد روپیہ کی ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی انجمن مذکور مالک ہے۔ علاوہ ازیں آج سے بعد اگر کوئی جائداد یا آمدن پیدا ہو۔ تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک انجمن مذکور رہوگی۔ ۱۰ر نومبر ۱۹۲۵ء۔ الموصی حکیم غلام فرید بقلم خود۔ گواہ شد:۔ محمد سعید پسر موصی۔ گواہ شد:۔ چوہدری فضل داد احمدی سکرٹری جماعت احمدیہ کھیوہ۔ گواہ شد:۔ نواب خاں۔

وصیت نمبر ۲۳۳۵

میں نواب بیگم زوجہ ڈاکٹر محمد علی خاں صاحب احمدی قوم میر ساکن تبنیح پور ضلع گجرات حال وارد ممباسہ برٹش ایسٹ افریقہ کی ہوں۔ جو کہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری منقولہ جائداد صرف میرے زیورات قیمتی السا ۹۰۰ روپیہ کے ہیں۔ میں وصیت کرتی ہوں۔ کہ اس کے ۱/۸ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ نیز میری وفات پر کوئی ایسی جائداد ثابت ہو۔ جو اس کے علاوہ ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۸ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ ۲۴ر اکتوبر ۱۹۲۵ء۔ گواہ شد۔ محمد علی خاں احمدی سب اسسٹنٹ سرجن العبد:۔ بقلم خود نواب بیگم:۔ گواہ شد:۔ اکبر علی احمدی ٹھیکیدار کلنڈنی۔

وصیت نمبر ۲۳۹۱

میں ملک عزیز احمد ولد منشی نور الدین صاحب ساکن راولپنڈی کا ہوں۔ جو کہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اس وقت کوئی نہیں ماہوار آمد ۶۰ روپیہ ہے۔ میں تا زیست اپنی آمد کا ۱/۸ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے وقت میری جس قدر جائداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۸ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ المرقوم ۲۶/۲/۲ الموصی ملک عزیز احمد سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ راولپنڈی محلہ قطب الدین گواہ شد:۔ فرزند علی عفی اللہ عنہ امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی۔ گواہ شد:۔ عاجز کریم اللہ ممبر جماعت احمدیہ راولپنڈی۔

وصیت نمبر ۲۴۰۸

میں عبد اللہ خاں ولد محمد حسین خاں راجپوت جنجوعہ ساکن بلیو التحصیل و ضلع گوجرانوالہ کا ہوں۔ جو کہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اس وقت کوئی نہیں۔ ماہوار آمد ۱۵ روپیہ ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے وقت میری جس قدر جائداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ ۲۲ر فروری ۱۹۲۶ء۔ خاکسار عبد اللہ خاں احمدی یکے از غلامان حضرت فضل عمر صدر قانونگوئی ضلع ڈیرہ غازی خاں گواہ شد:۔ ملک عزیز محمد احمدی بی۔ اے ایل ایل بی پلیڈر ڈیرہ غازی خاں بقلم خود۔ گواہ شد:۔ عبد اللطیف احمدی عفی اللہ عنہ محصل چندہ جماعت ڈیرہ غازی خاں۔

وصیت نمبر ۲۳۹۷

میں فیض النساء بنت سیٹھ حمزہ قوم خواجہ ساکن سکندرآباد دکن کی ہوں۔ جو کہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد صرف زیور مالیتی ایک ہزار روپیہ ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں (انشاء اللہ العزیز زندگی میں ادا کردونگی) اگر میرے مرنے کے بعد میری کوئی جائداد زیور مذکور کے سوا ثابت ہو۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ شرط اول کے متعلق عملاً ادا کرتی ہوں۔ ۲۶/۳/۲ العبد فیض النساء۔ گواہ شد: عبد اللہ الہ دین گواہ شد: جی۔ ایم۔ ابراہیم۔ گواہ شد:۔ بقلم خود شیخ غلام احمد قادیانی حال وارد سکندرآباد دکن۔

وصیت نمبر ۲۳۶۲

میں مسماۃ رمضان بی بی زوجہ ناظر دین احمدی سکنہ بگول ضلع گورداسپور کی ہوں۔ جو کہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائداد زیور ۔۔۔ اور مہر ملا کل مال ۲۶۰ ؁ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتی ہوں۔ اگر میری وفات کے وقت کوئی اور مزید جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم بمد وصیت داخل کر جاؤں۔ تو وہ حصہ موعودہ سے منہا کی جاویگی۔ فقط والسلام۔ المرقوم ۲۵/۱ ۸ ۔۔۔ گواہ شد خیر دین سکھوانی۔ گواہ شد قمر الدین فاضل۔ العبد مسماۃ رمضان بی بی گواہ شد:۔ بقلم خود ناظر دین خاوند موصیہ۔

اشتہارات

مکانوں کیلئے زمین فروخت ہوتی ہے

قادیان کی پرانی آبادی کے قریب محلہ دار الضعفا کے جانب غرب بہشتی مقبرہ والی سڑک کے پاس چند ایک کنال زمین قابل فروخت موجود ہے۔ چونکہ مالک کو روپیہ کی ضرورت ہے۔ اسلئے نسبتاً کچھ ارزاں ملیگی۔ جو صاحب خریدنا چاہیں۔ جلد سے جلد مطلع فرمائیں۔

(صاحبزادہ) مرزا بشیر احمد قادیان

ایک دو منزلہ مکان فروخت ہوتا ہے

محلہ دار الرحمت میں برلب سڑک کلاں میاں نظام الدین صاحب درزی کا دو منزلہ مکان جو عمدہ پختہ بنا ہوا ہے۔ کافی فراخ ڈیڑھ کنال زمین ہیں۔ مالک مکان کو چونکہ روپے کی ضرورت ہے۔ اس لئے فروخت کرنا چاہتا ہے۔ ساڑھے سات ہزار روپیہ لاگت ہے۔ جو احباب خریدنا چاہیں۔ مجھ سے قیمت کا تصفیہ فرمالیں۔

(صاحبزادہ) مرزا بشیر احمد قادیان

تریاق چشم رجسٹرڈ کی تصدیق

نقل ترجمہ انگریزی سارٹیفکیٹ صاحب سول سرجن بہادر کیمبل پور:۔ "میں تصدیق کرتا ہوں۔ کہ میں نے تریاق چشم جسے مرزا حاکم بیگ صاحب نے تیار کیا ہے استعمال کیا ہے۔ میں نے گجرات اور جالندھر میں اپنے ماتحتوں (یعنی ڈاکٹروں) اور دوستوں میں بھی تقسیم کیا ہے۔ میں نے سفوف مذکور کو آنکھوں کی بیماریوں بالخصوص ککروں میں نہایت مفید پایا۔ جیسا کہ دیگر سارٹیفکیٹوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ دستخط صاحب سول سرجن"

نوٹ:۔ قیمت پانچ روپے (ﮧ) تریاق چشم رجسٹرڈ علاوہ محصولڈاک نعاذی ۸ر بذمہ خریدار ہوگا۔

المشتہر

خاکسار میرزا حاکم بیگ احمدی موجد تریاق چشم رجسٹرڈ کڑھی شاہدولہ صاحب گجرات پنجاب

اکسیر تسہیل ولادت کے متعلق ضروری اطلاع

اکسیر تسہیل ولادت کے مفید ہونے کا یہ کافی ثبوت ہے۔ کہ مقامی شفاخانہ میں بھی اس کی مانگ اس قدر زیادہ ہے۔ کہ بیرونی فرمائشوں کی تعمیل کیلئے مشکل ہے۔ لیکن چونکہ اس کی مانگ دن بدن بڑھ رہی ہے۔ ہمیں اس کا الگ دفتر مقرر کرنا پڑے گا۔ جس سے اس کے ترسیلی اخراجات بڑھ جائینگے۔ اور ہمیں اس کی قیمت میں اضافہ کرنا پڑے گا۔ جو دوست منگانا چاہیں۔ قیمت بڑھنے سے پہلے فوراً منگالیں۔ ابھی اس کی وہی سابقہ قیمت صرف دو روپے معہ محصولڈاک ہے۔

(اشتہارات کی صحت کے ذمہ وار خود مشتہر ہیں نہ کہ الفضل (ایڈیٹر)

ولایت کی نئی کاریگری

ایک دن میں تین شکلیں بدلنے والی

کیمیکل گولڈ سنہری لہریدار چوڑیاں

ان کو کاریگر نے اس خوبصورتی کے ساتھ بنایا ہے۔ کہ ہاتھ چوم لینے کو جی چاہتا ہے۔ پانچ روپیہ کی چوڑیاں بنوا کر ان کے سامنے رکھ دو۔ پھر دیکھو کونسی خوبصورت اور قیمتی معلوم ہوتی ہیں۔ تجربہ کار سا ہوکار بھی یکایک نہیں بتا سکتا۔ کہ یہ سونے کی نہیں۔ جہاں دکھائیے انہیں کوئی دو سو روپیہ سے کم نہیں بتا سکتا کٹا تو بتاؤ۔ کسوٹی پر لگاؤ۔ سونے ہی کا کس آوے گا۔ ہاتھوں میں پہنا کر پھر ان کی بہار دیکھئے۔ گھڑی گھڑی میں ایک نئی طرز معلوم ہوتی ہے۔ دو چار الگ ہو جائیں تو پھول نئی معلوم ہوتی ہیں۔ اور سب مل گئیں۔ تو عمدہ قسم کی بیل معلوم ہوتی ہے۔ اور سب الگ ہو جائیں۔ تو عمدہ لہریہ چڑھتا ہے ساتھ کہیں گرعورتیں اگر عورتوں میں کہیں بیٹھیں۔ تو وہ عورتیں جو رات دن سونا چاندی پہنتی ہیں۔ انہیں دیکھکر دنگ رہ جاوینگی اور کہیں گی۔ کہ ایسی ہمیں بھی منگا دو سب کی نظران پر پڑے۔ تو بہت نہیں۔ چمک دمک رنگ ان چوڑیوں کا ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ ملح وغیرہ نہیں۔ تر جائے۔ قیمت ایک سٹ بارہ چوڑیوں کا دام عہ۔ چار سٹ کے خریدار کو ایک سٹ مفت۔ فرمائش کے ساتھ ناپ ناضروری ہے۔ محصولڈاک علاوہ۔

ایس۔ اے۔ اصغر اینڈ کو مٹیا محل دہلی

اشتہارات

کان

کان کی تمام بیماریوں نیٹ۔ بہرہ پن۔ کم سننا آواز میں ہونے۔ درد زخم ورم خشکی۔ پردہ کی کمزوری۔ بچوں بڑوں کے کان بہنے نزلہ وغیرہ کو لیب اینڈ پیلی بھیت کا روغن کرامات وہ شرطیہ دوا ہے جس سے ہزاروں اکثر لوگ بیس سال تک کے بیمار اصلی صحت پا چکے ہیں۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنہ (عہ) اعتبار نہ ہو۔ تب یہاں تشریف لاکر علاج کرائیے۔ دمہ اور مرگی کا بھی شرطیہ علاج کیا جاتا ہے۔ دھوکہ بازوں سے ہوشیار ہو کر عقل سے کام لیں۔ اپنا پتہ صاف لکھیئے۔ ہمارا پتہ یہ ہے:۔

بہرہ پن کی دوا ایلب اینڈ سنز پیلی بھیت۔ یو۔ پی

بی اے پاس کرو یا بیل چکی خریدو

آٹا فی گھنٹہ ۲۰ سیر پختہ پس جاتا ہے۔ دانہ فی گھنٹہ چار من دلا جاتا ہے۔ طاقتور ایک ورنہ دو بیل چلا سکتے ہیں۔ وزن مشین ۸ من پختہ۔ نرخ فی من بارہ روپیہ۔ مبلغ پچاس روپیہ بیانہ آنے پر مال روانہ کیا جاتا ہے۔

میاں مولا بخش اینڈ سنز بٹالہ پنجاب

طاقت کی مشہور و معروف دوائی

سلاجیت خالص

قیمت فی چھٹانک، دو روپے بارہ آنہ۔ آدھ پاؤ پانچ روپے۔ پاؤ بھر نو روپے معہ محصولڈاک وغیرہ

پتہ:۔ **حکیم حاذق علم الدین سند یافتہ پنجاب یونیورسٹی محلہ قلعہ امرتسر**

اگر آپ بیکار ہیں یا تنخواہ کم ہے۔ گذارہ

نہیں ہوتا یا محکمہ میں ترقی دینا چاہتے ہیں تو سی۔ پی۔ اسٹور زعبید اللہ جی آئی پی ریلوے کو لکھیے۔

نادر موقع — خوشخبری — نادر موقع

علامہ ڈاکٹر شیخ سر محمد اقبال صاحب کے ٹی بیرسٹر ایٹ لاء کے اردو کلام کا مجموعہ

موسومہ بانگ درا

کا دوسرا ایڈیشن

نہایت آب و تاب سے بہت عمدہ کاغذ پر طبع ہونے والا ہے لکھائی اور چھپائی مثل سابق دیدہ زیب ہوگی سر ورق بھی ایسے نہایت خوبصورت ہوگا اور ہر ایک جلد ڈاکٹر صاحب ممدوح کی تصویر سے مزین ہوگی باوجود ان تمام خوبیوں کے سابق قیمت مبلغ چار روپیہ کے بجائے دو روپیہ آٹھ آنہ علاوہ محصولڈاک صرف ان صاحبان سے لئے جاویں گے جو ۱۵ جون ۱۹۲۶ء تک اپنا آرڈر درج کرا دیں گے۔ یکصد کتاب سے زائد کے خریدار کو کمیشن بھی دیا جائیگا۔ دس کتاب کے خریدار کو محصولڈاک معاف۔

نوٹ:۔ مجلد کتاب بھی ایک روپیہ زائد خرچ کرنے پر مل سکتی ہے جلد پر بانگ درا اور ڈاکٹر صاحب کا نام سنہری حروف سے لکھا ہوگا

المشتہر

حکیم شیخ طاہر الدین بازار انارکلی لاہور

دس مرلہ سفید زمین

عمدہ موقع بر مسجد مبارک کے بہت قریب (جو تقریباً دو منٹ کا راستہ ہے) قابل فروخت ہے۔ قیمت چھ سو روپیہ مقرر ہے۔

خاکسار مرزا شریف احمد قادیان

جب ضرورت ہماری باتصویر فہرست مفت طلب کیجیے

آلات زراعت — آہنی رہٹ (ہلٹ) ہل نو ایجاد۔ چارہ کترنے کی مشینیں (ٹوکہ) دو پچھے نہری رقبو بجے لئے جھلایاں اور بیلنہ گنا پیلنے کی مشینیں وغیرہ

شاہ کے — نادر تحفے

مشینری — آہنی خراس۔ سیف الماریاں۔ چاول کی مشینیں۔ پرانس ہر ڈ اسپلانگ بادام روغن کی مشینیں اور ہر قسم کا آہنی سامان وغیرہ

ایم عبد الرشید اینڈ سنز جنرل سپلائرز احمدیہ بلڈنگ بٹالہ (پنجاب)

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰

بعدالت جناب چوہدری محمد لطیف صاحب سب جج درجہ چہارم جھنگ

بمقدمہ

احمد ولد حاجی قوم علیانہ سکنہ علیانہ تحصیل جھنگ وغیرہ مدعیان بنام پیر بخش وغیرہ

دعویٰ قبضہ اراضی واقعہ موضع علیانہ تحصیل جھنگ

اشتہار بنام محمد ولد بخر اوشیا سنہ ولد احمد او خدا بخش ولد پیر بخش واحمد و [illegible] ولد [illegible] اقوام [illegible] سکنائے علیانہ تحصیل جھنگ۔ درخواست مدعی پر عدالت کو اطمینان ہو گیا ہے۔ کہ مدعا علیہم دیدہ دانستہ تعمیل سمنات سے گریز کرتے ہیں۔ لہذا بذریعہ اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ انکو مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ مورخہ ۲۶-۹ کو حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ کی کریں۔ ورنہ کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاویگی۔

۲۸ مئی ۱۹۲۶ء۔ مہر عدالت۔ دستخط حاکم

نوٹ:۔ اشتہارات کی صحت کے ذمہ دار خود مشتہر ہیں نہ کہ الفضل (ایڈیٹر)

ممالک غیر کی خبریں

پیرس ۲۷ر مئی (ٹائمز آف انڈیا کا خاص تار) برٹش یونائیٹڈ پریس کے نمائندے نے جا کر موسیو بین لیوہ فرانسیسی وزیر جنگ سے خاص طور پر ملاقات کر کے حالات دریافت کئے تو موسیو مذکور نے فرمایا۔ کہ سرکاری تاروں سے یہ معلوم ہوا ہے کہ امیر محمد بن عبدالکریم نے سہ شنبہ کی صبح کو اطاعت قبول کر لی۔ جب امیر موصوف نے دیکھا۔ کہ قبائل حلیف نے ٹوٹ کر فرانسیسی اطاعت قبول کرنا شروع کر دیا۔ اور امیر موصوف نے سمجھ لیا۔ کہ اب جد و جہد کرنا فضول ہے۔ اس لئے بہتر ہے فرانسیسی اطاعت قبول کر لی جائے۔ چنانچہ امیر موصوف نے صناده کے قائد سے کہا۔ کہ جاؤ۔ فرانسیسی چوکی پر جاؤ۔ اور محاذ تارغسط کے فرانسیسی کمانڈر کو اطلاع دو۔ کہ امیر محمد بن عبدالکریم نے یہ فیصلہ کر لیا۔ کہ خود کو دولت فرانس کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں۔ بشرطیکہ وہ ان کے جان و مال اور اہل و عیال کی حفاظت کریں +

۸ویں بریگیڈ کے کمانڈنگ جنرل نے شریف صناده سے کہا۔ کہ اگر امیر معظم تمام فرانسیسی و ہسپانوی اسیران جنگ حوالہ کر دیں تو ان کو امان دی جا سکتی ہے۔ چنانچہ امیر موصوف نے فرانسیسی مطالبہ فوراً پورا کر دیا۔ اور کل صبح آٹھ فرانسیسی افسر سات غیر کمیشن یافتہ افسر ۲۷ سپاہی ۱۹ سویلین دو عورتیں اور چار بچے چھوڑ دیئے۔ ان کے صدقہ میں ۱۰۵ ہسپانوی قیدی بھی چھوٹے۔ اور سب کو فرانسیسی خطوط میں بھیج دیا گیا۔

اسیران جنگ کی رہائی کے بعد ہی امیر موصوف بھی مع اہل و عیال فرانسیسی خطوط میں آ گئے۔ آٹھویں بریگیڈ کے دو افسروں نے ان کا استقبال کیا۔ اور ان کو اس جنرل کے پاس لے گئے۔ جو ان کو لے کر بمقام تازہ چلا گیا +

لنڈن ۲۸ر مئی (ٹائمز کا خاص تار) مقام تاؤنات میں اہل قبائل کے ۱۰ ہزار ڈیلیگیٹوں نے اطاعت کی جن کے سامنے موسیو اسٹیج نے حسب ذیل تقریر نہایت فصیح مگر سادہ الفاظ میں کی۔ "اللہ نے دولت فرانس کو فتح عطا فرمائی۔ تم کو ایک شخص نے غلط راستہ پر ڈال رکھا تھا۔ اب اس کو اطاعت کرنے پر مجبور کر دیا گیا دولت فرانس فیاضی سے کام لے گی۔ وہ تمہارے مجروحین اور بیماروں کے معالجہ کے لئے ڈاکٹر اور رسامان بھیجیگی۔ وہ تمہارے کھیتوں کے لئے بیج عطا کریگی۔ اور تمہاری ترقیوں کے لئے امن و امان قائم رکھیگی۔ میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ مراکش میں جو شخص فرانس کا دشمن ہو۔ اس کو تم اپنا دشمن خیال کرو"

نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ اس اپیل کا اثر اس قدر ہوا۔ کہ لوگوں نے اطاعت کی خوشی میں ضیافت کی جس میں وہ چھ اس بیل بھون کر کھا گئے +

فیض۔ ۳۰ر مئی۔ آج صبح کے وقت عبدالکریم طزہ میں تشریف فرما ہوئے۔ اور آپ نے ۱۱ بجے سرکاری طور پر اپنے آپ کو فرانسیسیوں کے حوالے کر دیا۔ آپ کو فی الفور علاقہ طزہ کے فرانسیسی قائد افواج کرنل ہووٹ کی خدمت میں پہنچا دیا گیا۔ جب تک آپ کی نسبت کوئی فیصلہ نہیں ہو جائیگا آپ کو طزہ میں ہی رکھا جائے گا +

لنڈن۔ ۳۱ر مئی۔ فاس کا ایک پیام مظہر ہے۔ کہ جنگ ریف کا خاتمہ تعجب انگیز طریقہ پر ہو رہا ہے۔ مثلاً کل موسیو اسٹیک نے تقریباً دس ہزار فوج اعلان سرداروں کی معیت میں جنہوں نے جنگ ریف میں شرکت کی تھی قبیلہ بنی نزول کی ٹھیک اسی مقام پر اطاعت قبول کی۔ جہاں گذشتہ سال قبیلہ مذکور نے جنگ کی ابتدا کی تھی +

طنجہ ۲۹ر مئی، ہسپانوی مطالبہ کر رہے ہیں کہ عبدالکریم کو جواب تازہ میں پہنچ گئے ہیں۔ انکے حوالے کر دیا جائے +

قسطنطنیہ کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ وزیر صیغہ امور مذہبی نے ایک سرکاری اعلان اس مضمون کا شائع کیا ہے۔ کہ مساجد کے اندر ترکی زبان ممنوع قرار دیجاتی ہے۔ تمام نمازیں اور دعائیں عربی زبان میں ہوا کرینگی +

قاہرہ۔ ۳۰ر مئی۔ سعد زاغلول پاشا کو لارڈ لائڈ برطانوی ہائی کمشنر متعینہ مصر نے چائے کی دعوت دی۔ زاغلول پاشا نے اس دعوت کو قبول کر لیا۔ ہائی کمشنر کے مکان پر دونوں کی ملاقات ہوئی۔ ان کی باہمی گفت و شنید لمبے عرصے تک جاری رہی۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ عام صورت حالات میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ پہلے بیان کیا گیا تھا۔ کہ وزارت علی پاشا مرتب کرے گا۔ اب یہ یقین کیا جا رہا ہے کہ وزارت خود زاغلول پاشا مرتب کرے گا۔ اس یقین کے باعث عام صورت حالات میں بڑی پیچیدگی پیدا ہو گئی ہے +

پیرس۔ ۳۰ر مئی۔ لسبن کے ایک پیغام سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ انقلابی تحریک جس میں لسبن اور پورٹو کی افواج شریک ہو گئی ہیں۔ اب تمام ملک میں پھیل گئی ہے +

لنڈن۔ ۳۰ر مئی۔ حکومت پرتگال مستعفی ہو گئی ہے

لسبن۔ ۳۰ر مئی۔ کمانڈر ریمنڈرس کیبے کیڈرس نے جمہوریہ کی صدارت قبول کر لی ہے۔ دوران ملاقات میں انہوں نے کہا کہ حکومت غیر سیاسی ملکی اور فوجی عمائدین پر مشتمل ہوگی جو فوجی ڈویژنوں کے نمائندوں سے پورے طور پر متفق الرائے ہونگے +

دبائیکا (روس) ۲۷ر مئی۔ کوٹلینچ میں آتشزدگی کی وجہ سے تقریباً سات سو آدمی بے خانماں ہو گئے ہیں۔ متعدد گودام، سرکاری عمارتیں اور بجلی گھر جل گئے ہیں۔ آگ ابھی تک بجھائی نہیں جا سکی۔ آگ سے نقصانات کی پوری تفصیل ابھی تک نہیں معلوم ہوگی۔ یہ بھی نہیں معلوم کہ کتنے آدمیوں کی جانیں ضائع ہوئی ہیں۔ تاہم مالی نقصانات کا تخمینہ ہے۔ کہ لاکھوں روبل کا ہوا ہوگا +

ماسکو۔ سراتو کے نواح میں سیلاب کی وجہ سے پوکرود میں تقریباً بیس ہزار آدمی بے خانماں ہو گئے ہیں۔ باشندگان کو بڑی مشکلوں سے کشتیوں میں بٹھا کر پہاڑ پر لے جایا گیا +

ہندوستان کی خبریں

امرتسر ۲۹ر مئی، ایک مسجد کو شہید کرنے کے الزام میں ۱۹ سکھوں پر زیر دفعہ ۱۴۹-۳۷۵-۲۹۵ تعزیرات ہند مقدمہ چلایا گیا ہے۔ جس کی سماعت آج ہوئی۔ گواہان استغاثہ کے بیان کے بعد مقدمہ دوسری تاریخ کے لئے ملتوی کیا گیا +

رنگون۔ ۲۹ر مئی (دیر سے موصول ہوا) اراکان کے کنارے پر جو طوفان عظیم آیا تھا۔ اس کی تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بابا ریج کے ہر دو طرف جہاں اس نے جان و مال کی بے شمار تباہی کی۔ اس کی رو نیز تھی۔ دریائے ناد میں عظیم طغیانی کا نتیجہ نہایت ہولناک ثابت ہوا۔ ۲۰۰۰ اشخاص ہلاک اور بے شمار مال کا نقصان ہوا۔ پوری تفصیلات اور اعداد و شمار ابھی تک موصول نہیں ہوئے ہیں +

دہلی ۳۰ر مئی۔ فرقہ وارانہ کشمکش کے خیال سے دہلی میں اسپیشل کانسٹیبل بھرتی کئے جائیں گے اور ہندو مسلمانوں کی ایک نگران کمیٹی قائم کی گئی +

لاہور یکم جون۔ گذشتہ چند ماہ کے اندر لاہور کے مختلف حصوں میں چوری اور نقب زنی کی بہت سی وارداتیں ہوئیں۔ پولیس نہایت سرگرمی کے ساتھ مجرموں کا سراغ لگانے میں مصروف تھی۔ چنانچہ اب معلوم ہوا ہے۔ کہ پولیس چند روز سے مرزا اعظام حسین انسپکٹر تھانہ نولکھا کی نگرانی میں شہر کے مختلف حصوں میں پٹھانوں کے مکانات کی تلاشی لے رہی ہے۔ ان تلاشیوں کے دوران میں پولیس کو بہت سا مال مسروقہ مل چکا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اس مال میں اضلاع پشاور جہلم گوجرانوالہ گجرات اور شاہ پور کے ڈاکوں کا بھی کافی مال موجود ہے +

لاہور کے ایک ممتحن کے کمرہ سے کثیر التعداد پرچے چوری چلے گئے۔ لہذا سنڈیکیٹ نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ پرچہ (الف) اور آنرز پرچہ (ب) امتحان اقتصادیات بی۔ اے ۱۹۲۶ء کے جن امیدواروں کی کاپیاں چوری گئی ہیں۔ وہ یکم اور ۲ر جولائی کو لاہور اور سری نگر کے مرکزوں میں حاضر ہو کر اس مضمون کا دوبارہ امتحان دیں +

(منشی عبدالرحمن صاحب کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)